دوسرا ایڈیشن

تذکرہ غوث الزمان

سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ

مولف
صوفی اورنگزیب معصومی

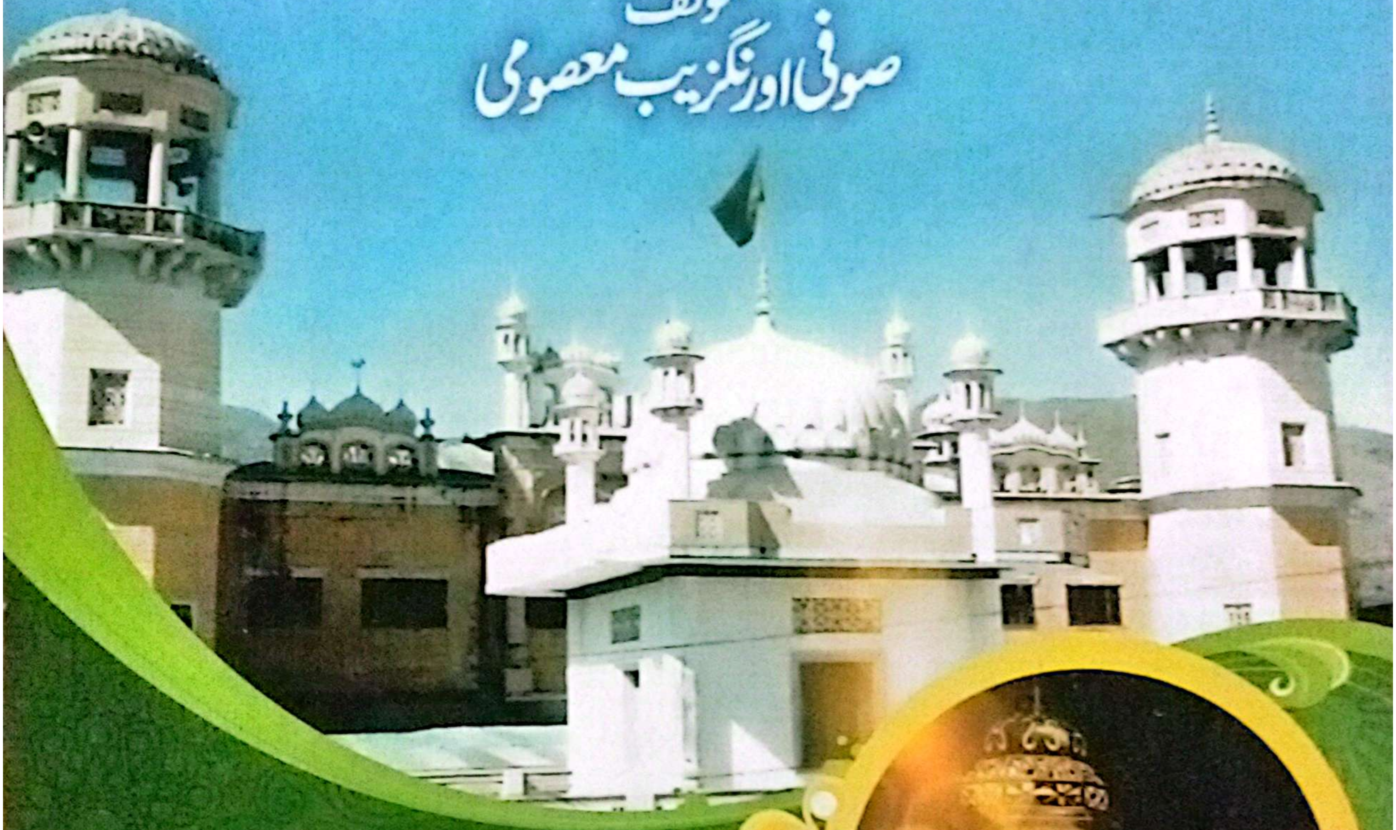

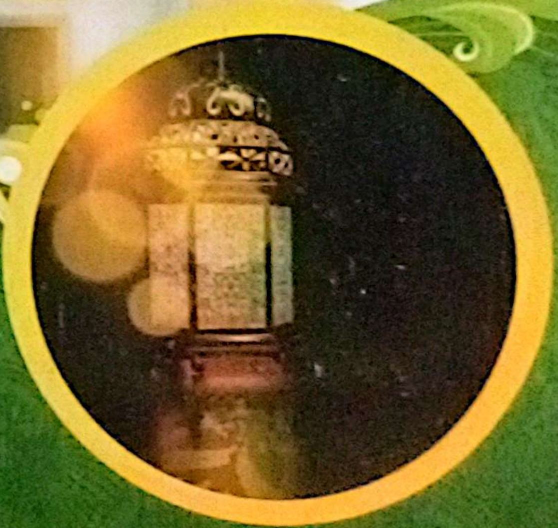

ناشر
محمد نذیر معصومی

CamScanner

تذکرۂ غوث الزمان

سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا ایڈیشن

مؤلف

صوفی اورنگزیب معصومی

ناشر

محمد نذیر معصومی

0300-4128993

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

کتاب : تذکرہ غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف : صوفی اورنگزیب معصومی

ناشر : محمد نذیر معصومی

پیج سیٹنگ : عاطف شہزاد چشتی

قیمت : 200روپے

طباعت اول : اکتوبر 2015ء

طباعت ثانی : اپریل 2022ء

ملنے کا پتہ:

☆ المکتبۃ النظامیۃ جامع مسجد ابوایوب انصاریؓ گھنٹہ گھر پشاور

☆ صوفی محمد جمشید خادم خاص روضہ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ سیدو شریف

☆ عمر خان بک سٹور ادھیانہ مارکیٹ مینگورہ سوات

☆ مکتبہ قادریہ دار العلوم قادریہ مردان

☆ مکتبہ ناجیہ باباجی محلہ نزد الائیڈ بینک کبل سوات

CamScanner

{انتساب}

میں اپنی اس کاوش کو اپنے پیرومرشد حضور شیخ طریقت رہبر شریعت عالمی مبلغ اسلام خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ موہری شریف کھاریاں ضلع گجرات کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔ جن کی ذاتِ گرامی سے لاکھوں لوگوں نے فیض پایا۔ اور صاحب موصوف حضور غوث الزمان سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ تعریف ومحاسن بیان فرماتے اور ہمیں سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تاکیداً حکم فرماتے۔

صوفی اورنگزیب معصومی

سیدوشریف سوات

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	عرض مؤلف	۴
۲	تقریظ مولانا مفتی کفایت اللہ قادری	۶
۳	سوانح سیدو بابا اور آپ کا نسب نامہ مبارک	۹
۴	حصول علم شریعت، علم طریقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام اور پیران طریقت	۱۳
۵	بعد از حصول خلافت آپ کے اصلاحی تبلیغی اور جہادی کارنامے	۲۰
۶	شاہ اسماعیل دہلوی اور عبدالوہاب نجدی کے بارے میں علماء دیوبند کے تبصرے اور آگے کے حالات	۲۲
۷	امبیلہ بونیر کے مقام پر انگریزوں کیساتھ تاریخی جہاد جس میں انگریز شکست کھا گئے	۳۱
۸	وصال مبارک سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ	۳۶
۹	آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب ومحاسن	۳۹
۱۰	سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات	۴۵
۱۱	روحانی اثرات	۷۸
۱۲	آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء	۸۲
۱۳	شجرہ مبارکہ طریقت سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ	۹۲
۱۴	سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی خانقاہوں میں لگے ہوئے شجرے مباک	۹۴
۱۵	شجرہ نسب حضرت سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۴
۱۶	شجرہ نسب صاحبزادگان کبل باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۵
۱۷	شجرہ نسب حضرت حمید اللہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ اسوٹا شریف	۱۱۶

CamScanner

(عرض مؤلف)

بحیثیت مؤلف کتاب ہٰذا کے عرض گزار ہوں کہ میرا آبائی و پیدائشی گاؤں تھانہ ملاکنڈ ایجنسی ہے۔ عرصہ تیس سال سے زائد حضرت غوث الزّمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر سیدو شریف بسلسلہ ملازمت مقیم ہوں جیسا کہ انتساب میں آپ نے پڑھا کہ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ روحانی تعلق ہے۔اسی تعلق کی وجہ سے ہر جمعۃ المبارک کو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے ساتھ محفل ذکر وفکر نعت خوانی میں حاضری نصیب ہوتی ہے۔ چونکہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کیلئے پاکستان کے ہر علاقے کے لوگ آتے ہیں۔ خصوصاً موسم بہار میں زائرین کی تعداد زیادہ ہوتی ہے جو پہلے تو پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ شہنشاہ خراسان کے دربار میں حاضری دیتے ہیں۔ پھر سیدو شریف آکر سوات باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں۔آپ کے وسیلہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے سوال کرتے ہیں اور منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات اکثر بڑی بڑی کتابوں میں درج ہے۔

اس مصروف دور میں اکثر لوگ بڑی بڑی کتابوں سے کتراتے ہیں۔ اِلّا ماشاءاللہ۔ اور وہ کتابیں بھی اکثر پشتو زبان میں ہیں۔جس سے عام پاکستانی استفادہ نہیں کرسکتے۔ بعض برادران طریقت اصرار کررہے تھے کہ اردو زبان میں مختصر اور جامع کتاب لکھنی چاہیے تاکہ عام پاکستانی بھی اپنی قومی زبان میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پڑھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آگاہی حاصل کریں۔ چنانچہ ان کی فرمائش پر مختلف کتابوں سے یہ تذکرہ مبارک تحریر کیا۔

پہلے ایڈیشن کی شاندار پذیرائی کے بعد اب یہ دوسرا ایڈیشن بمع ضروری ترامیم اور سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے شائع کیا جاتا ہے۔کتاب پڑھ کر اپنی مثبت رائے اور مفید مشوروں سے آگاہ فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کے مطابق اضافہ کرسکیں۔

میں اپنے اُن احباب کا جنہوں نے سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات سنائیں یا لکھ کر بھیجیں، خصوصاً

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت معین الدین قادری کبل ضلع سوات، مفتی کفایت اللہ قادری کبل سوات، نوجوان ادیب جناب ارشد کریم قادری تھانہ ملاکنڈ ایجنسی اور پروفیسر ماجد حسن صاحب میر پور خاص سندھ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ جن کے تعاون سے میں دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کے قابل ہوا۔

والسلام مع الاکرام

صوفی اورنگزیب معصومی

سیدو شریف یکم رجب ۱۴۴۳ھ

تقریظ

{اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ}

اَمَّا بَعد! علم تاریخ نے اپنے دامن میں اچھی اور بری ہر دو صفت کی حامل شخصیات کو سمیٹ کر پناہ دی ہے۔ اِسی طرح ان کی تاریخ کو زمانے کے حوادثات سے محفوظ کر دیا ہے تاکہ آئینہ تاریخ میں ماضی کے عکس و نقش کا مشاہدہ حال و استقبال کو جاندار و شاندار بنانے میں معاون ہو لیکن بعض شخصیات اپنی تاریخ آپ مرتب کر لیتی ہیں اس لیے کہ یہ عہد ساز و تاریخ ساز ہستیاں ہوتی ہیں۔ یہ شخصیات اپنی پہچان کے لیے مؤرخ کی محتاج نہیں ہوتیں بلکہ ان نادِرِ زمن ہستیوں کے خوبصورت تذکرے کو تاریخ اپنے صفحات کی زینت بنانے کیلئے خود محتاج ہے اور مؤرخ ان کے تذکرے لکھ کر خود کو متعارف کرانے کا محتاج ہوتا ہے۔ انہی لوگوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے کو محبوب رکھتا ہے آپ بھی اسے محبوب رکھیں، پس جبرئیل علیہ السلام بھی اسے محبوب رکھتے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام اہل سماء کو نداء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے کو محبوب رکھتا ہے تم بھی اسی سے محبت رکھو پس اہل سماء بھی اسے اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت اُتار دی جاتی ہے''۔ (بخاری ذکر الملائکہ)

یہی وجہ ہے کہ زمانے گزرنے کے باوجود ان محبوبانِ خداوندی کے درباروں میں مسلمانوں کی والہانہ محبت قابل دید و رشک ہوتی ہے۔ حضرت غوث الزمان سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ ان نادرِ زمن ہستیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، دین اسلام کی ترویج و اشاعت، ریاضت و مجاہدات میں صرف کی، اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے مصداق بن گئے کہ:

''پھر زمین میں اس کی مقبولیت اُتار دی جاتی ہے''۔

پھر اہل علم و نظر پر مخفی نہیں کہ ان مقبول و محمود بندوں کے ذکرِ خیر کو تا قیامت قائم و دائم رکھنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ جاری و ساری ہے کہ وہ مختلف ادوار میں سعادت مند افراد کو اپنے ان محبین کی زندگی کے تمام شعبوں کو ضبطِ تحریر میں لا کر محفوظ بنانے کی توفیق عطا فرماتا ہے، تاکہ ان کی زندگی عوام الناس کیلئے مشعل راہ ہو۔

محسن اہل سنت صوفی اورنگزیب معصومی صاحب بھی انہی سعادت مندوں میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے غوث الزمان سید و بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کلماتِ خیر کے اجتماع کی سعادت کے لئے منتخب فرمایا۔ زیرِ نظر کتاب "تذکرہ غوث الزمان رحمۃ اللہ علیہ" جو کہ صوفی صاحب نے مرتب فرمائی ہے اپنے موضوع کے اعتبار سے (اگرچہ مختصر لیکن) جامع ہے، پڑھنے میں آسان اور حشو و زوائد سے پاک ہے۔ محبین اولیاء کرام و محبین سید و بابا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے انتہائی مفید و معاون ہے۔ صوفی صاحب نے انگریزوں اور سکھوں سے جنگ کے حوالے سے وہ تاریخی اغلاط جو مورخین نے غلط بحث کر کے کی تھی وہ دور فرمائی ہیں اور حقیقت حال کو آشکارہ کیا ہے۔ اس طرح سید و بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب و محاسن انتہائی جامع انداز میں نقل فرمائے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

"(۱) دوام صوم، (۲) دوام ذکر، (۳) دوام خلوت، (۴) دوام وضو، (۵) دوام ربط، (۶) دوام نفی خواطر، (۷) دوام اعراض عن الانام، (۸) دوام قلت طعام، (۹) دوام سکوت، (۱۰) دوام تجدید وضو، (۱۱) دوام نوافل بہ قیام۔" (صفحہ نمبر ۲۸)

انتہائی اہم بات یہ ہے کہ صوفی صاحب نے فریحان شیدا کے حوالے سے سید و بابا رحمۃ اللہ علیہ کا نسب مبارک سادات لکھا ہے جبکہ دیگر مورخین کے اقوال جو نقل کیے گئے ہیں ان میں مہمند صافی بتایا گیا ہے۔ مجھے اپنے محترم دوست علامہ مفتی عمر زمین صاحب نے بتایا کہ خورشید جہاں نامی کتاب میں لکھا ہے کہ مہمند قبائل میں صافی قبیلہ سادات سے ہے، اس قول سے تمام تر اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ہم کہیں گے کہ سید و بابا رحمۃ اللہ علیہ مہمند صافی قبیلے کے سادات میں سے تھے۔

یہاں یہ بات بتاتا چلوں کہ چونکہ قبلہ دادا محترم حضرت مجذوب بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے آباؤ اجداد اسوٹا باباجی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ سے فیض یافتہ تھے۔ ان سے بے پناہ محبت تھی، فرمایا کرتے تھے کہ "سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کی ہم پر خصوصی نظر ہے" چونکہ مقام اختصار ہے لہٰذا اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

جناب صوفی اورنگزیب صاحب محسن، انتہائی مخلص و خدائی خدمت گار انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خوبصورت آواز سے بھی نوازا ہے خاص کر قصیدہ بردہ شریف ان کی زبان باکمال سے سننے والا ہے۔ اتنے بہترین انداز میں شاید ہی کوئی پڑھ سکے۔ صوفی صاحب سے قبلہ والد محترم پیر طریقت حضرت علامہ معین الدین (جانشین مجذوب بابا رحمۃ اللہ علیہ) کے انتہائی قریبی دوستانہ تعلقات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی صاحب نے اپنی کتاب پر تقریظ کیلئے قبلہ والد محترم صاحب کا انتخاب فرمایا البتہ قبلہ والد صاحب کی خواہش تھی کہ میں (راقم الحروف) کچھ لکھوں ان کی خواہش پر چند سطور لکھنے کا شرف حاصل کیا اور الحمد للہ کہ کتاب ہذا کو بالاستیعاب پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ محسن اہل سنت کی سعی کو قبول و منظور فرمائے، کتاب کو مقبول عام بنائے اور ہم سب کو اولیاء کرام سے محبت رکھنے والا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا بنائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین

احقر العباد

مفتی کفایت اللہ مہتمم دار العلوم نضرۃ العلوم متصل

جامع مسجد باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبل ضلع سوات

تاریخ: 15/10/2017

❁❁❁❁❁

حضرت غوث الزمان سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ

ولادت مبارک: ۱۲۱۳ھ ۱۷۹۴ء

وصال مبارک: ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۷ء

حضرت مولانا اخوند حافظ شیخ المشائخ بابا جی صاحب سوات کا اپنا اصلی نام عبدالغفور ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام عبدالواحد خان المعروف راوت خان ہے۔ نسب کے لحاظ سے قوم قندہاری کے صافی قبیلہ سے تعلق ہے۔ ضلع سوات کی وادی برسوات میں علاقہ شامی زئی کے گاؤں چپڑئی میں ۱۲۱۳ھ بمطابق ۱۷۹۴ء آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ یہ بختاور فرزند مستقبل میں اپنے خاندان ملک وقوم اور دین اسلام کی سربلندی، عزت، نیک نامی اور نیک بختی کا باعث بنے۔ بہت زیادہ عزت شہرت کے مقام پر فائز ہوئے۔ عزت اور احترام کے بہت زیادہ القابات جیسا کہ (۱) حضرت شیخ حافظ اخوند عبدالغفور، (۲) غوث الزمان سیدو، (۳) بابا جی صاحب سوات، (۴) صاحب سوات، (۵) اخون صاحب سوات، (۶) سیدو شریف کا غوث (۷) اخوند بیکی، (۸) امام المجاہدین، (۹) شیخ الاسلام والمسلمین رحمۃ اللہ علیہ۔ یاد رہے کہ اخون لفظ اخوند کا مرخم ہے۔ یعنی لفظ اخوند زبان پر ثقیل تھا۔ اسلئے اس کا آخری حرف گرا دیا گیا تو اخوند سے اخون بن گیا۔ یہ تورانی لفظ ہے اور بہت بڑے متبحر عالم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ آپ بھی بہت بڑے عالم اجل اور شیخ الاسلام تھے اسلئے عام زبان میں اسی لفظ سے پکارے گئے۔ (تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، ص: ۱۴۹، از سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

آپ کے سلسلہ نسب کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا گیا اس کی تفصیل درجہ ذیل ہے۔

(۱) آپ کا سلسلہ نسب صافی افغانوں سے ملتا ہے۔ آپ قوم صافی کی چھٹی شاخ قندہاری کے چشم و چراغ ہیں۔ بعض تاریخ افاغنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صافی قوم نسبتاً باقی اقوام افاغنہ سے دیانتداری پرہیز گاری میں پہلے سے ممتاز اور مشہور رہے۔ (حکمران ریاست سوات کی سوانح حیات از سید عبدالغفور قاسمی، صفحہ نمبر ۲۸، شائع کردہ ۱۹۳۷ء)

(۲) قبائلی علاقہ مہمند میں ایک قبیلہ ہے۔ جو کہ صافی نام سے جانا جاتا ہے۔ گربز، سعود، قندہاری مشہور شاخیں ہیں۔ اس صافی قوم کے مختلف قبائلی لوگ افغانستان اور مغربی پاکستان میں مہمند ایجنسی اور پشاور مردان کے ضلعوں میں لاکھوں کی تعداد میں آباد ہیں۔ اس صافی قوم کے قندہاری قبیلے کے وہ گھرانے جو کہ مہمند ایجنسی کے علاقوں سورکمر اور کندہ غار میں آباد ہیں اور اس خاندان کے جو گھرانے ۱۰۰۰ھ کے قریب مہمندوں کے علاقوں سے برسوات شامی زئی نامی علاقے سے آ کر یہاں آباد ہوئے تھے۔ عبدالواحد خان بھی اسی صافی قندہاری قبیلے کے ایک خوش قسمت انسان تھے جو کہ شامی زئی نامی علاقے چیڑئی میں رہائش پذیر تھے۔ (پشتو سے اردو ترجمہ، روحانی رابطہ از قاضی عبدالحلیم اثر افغانی، صفحہ نمبر: ۹۵۶)

(۳) باباصاحب اور ان کا خاندان پختون قوم کے صافی مہمند قبائل سے ہیں صافی پختون کرلانی قبیلے کی ایک شاخ ہے جو کہ قندہار کے آس پاس آباد ہیں۔ سوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آباواجداد بھی اسی علاقہ سے سوات آئے تھے۔ سوات میں علاقہ شامیزئی میں ایک گاوں جبڑی نام کا ہے۔ اسی گاوں میں باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ سن ۱۷۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبدالواحد تھا۔

باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی نام عبدالغفور ہے جو بعد میں سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ سوات صاحب اور اخوند صاحب کے القابات کیساتھ مشہور ہوئے۔ (تاریخ ریاست سوات محمد آصف خان، صفحہ نمبر: ۷۷-۷۶، پشتو ایڈیشن)

(۴) آپ کا اسم گرامی عبدالغفور صاحب لقب شیخ الاسلام اور اخون صاحب سوات کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ مہمندوں کے قبیلہ صافی سے تعلق رکھتے تھے۔ (تذکرہ علماء و مشائخ سرحد از علامہ سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ نمبر: ۱۴۹)

(۵) والی سوات کے معتمد خاص مشہور شاعر ادیب جناب فضل الرحمن فیضان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی پشتو منظوم کلام بنام سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ نمبر ۱۲ میں لکھتے ہیں۔

داسې وائي قندهار کښې دے يو شا خ بل!
په صافي قبيلے خپل لرى شهرت هم!

ترجمہ:۔ کہتے ہیں کہ قندہاری قوم میں ایک شاخ ہے جو کہ صافی قبیلہ کے نام سے اپنی شہرت رکھتے ہیں۔

(۶) فقیر محمد عباس قادری سپرینٹنڈنٹ پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی لکھتے ہیں:

''سوات بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام عبدالغفور ہے۔ والد کا نام عبدالواحد خان ہے۔ قوم کے لحاظ سے صافی مہمند ہیں۔ (ماہنامہ پشتو، سیدو بابا نمبر، پشاور یونیورسٹی، فروری مارچ ۱۹۸۲ء، صفحہ نمبر ۱۳۱)

(۷) محترم فریحان شیدا صاحب لکھتے ہیں:

''سوات کے شامی زئی نامی درہ میں جبڑی گاؤں میں عبدالواحد خان کے گھر ۱۷۹۴ء کو سیدو باباجی، عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی جو کرلانڈی قبیلے کے سادات کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ (ماہنامہ پشتو، سیدو بابا نمبر، پشاور یونیورسٹی فروری مارچ ۱۹۸۲ء، صفحہ نمبر ۱۲۶)

(۸) ماصل شاہ غلام لوند خوڑ لکھتے ہیں:

''جب اکبر کے زمانہ میں ۸۹۳ھ اور ۱۰۰۴ھ کے درمیان زین خان کوکا اور مان سنگھ نے پشاور مومند سوات اور باجوڑ کے علاقوں پر قبضہ کر لیا تو پختونوں کے مختلف قبیلے امن کی بحالی کے لئے مختلف علاقوں میں بھیجے گئے۔ ان قبیلوں میں قندھاری نام کا قبیلہ بھی تھا جو کہ صافی قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ قبیلہ مومند ایجنسی کے زیارت نامی گاؤں کے ساتھ سورکمر میں رہائش پذیر تھا۔ یہ لوگ ۱۰۰۴ھ کے نزدیک اس جگہ سے اُٹھائے گئے اور برسوات کے علاقہ شامی زئی نامی علاقہ میں جبڑی نامی گاؤں میں رہائش پذیر ہوئے۔ ان لوگوں میں ایک چھوٹا لڑکا بھی تھا جو کہ عبدالواحد خان المعروف راوت خان تھا۔ عبدالواحد خان کے گھر ۱۲۰۷ھ کو ایک فرزند ارجمند کی ولادت ہوئی جس کا نام عبدالغفور رکھا گیا۔ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم سوات اور پھر علاقہ سمہ میں نامور بزرگوں اور عالموں سے حاصل کی۔ (ماہنامہ پشتو سیدو بابا نمبر پشاور یونیورسٹی فروری مارچ ۱۹۸۲ء، ص:۹۱)

(۹) حکیم مولوی عمر الخطاب الماہر سواتی لکھتے ہیں:

''ضلع سوات کے صدر مقام پر ایک مزار کے مینار دور دور تک دکھائی دیتے ہیں۔ یہ سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف ہے۔ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام حافظ عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا برسوات میں جبڑی نامی گاؤں میں ۱۷۹۴ء/۱۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ نسب کے لحاظ

سے صافی قوم کی قندھاری شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔(ماہنامہ پشتو سیدو بابا نمبر پشاور یونیورسٹی فروری مارچ ۱۹۸۲ء، صفحہ نمبر:۸۶)

(۱۰) سراج محمد نشتر لکھتے ہیں:

''حضرت اخوند صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کا سلسلہ قبیلہ صافی سے ملتا ہے۔''(ماہنامہ پشتو سیدو بابا نمبر پشاور یونیورسٹی فروری مارچ ۱۹۸۲ء، صفحہ نمبر:۱۲۳)

(۱۱) پیر گوہر صاحب لکھتے ہیں:

''سوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ یعنی سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالغفور تھا اور سوات کے علاقہ شامیزئی کے ایک گاؤں جبڑی میں ۱۷۹۴ء کو پیدا ہوئے۔آپ کے والد صاحب کا نام عبدالواحد خان تھا جو صافی مومند تھے اور صافی کرلانی قبیلے کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ پختونوں کا ایک معزز قبیلہ ہے۔(ماہنامہ پشتو سیدو بابا نمبر پشاور یونیورسٹی فروری مارچ ۱۹۸۲ء، صفحہ نمبر:۵۷)

(۱۲) عبدالحنان صافی لکھتے ہیں:

''حضرت سیدو باباجی قندھاری صافی تھے، یاد رکھنا چاہیے کہ قندھاری قبیلہ صافی قبیلے کی ایک شاخ ہے۔(کتاب''صافی قام''از عبدالحنان ایم اے آرکیالوجی، ص:181)صافی قام میں سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی ہے۔قومیت کے لحاظ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ قندھاری صافی ہیں اور سور کمر سے سوات تشریف لائے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں میاں گل عبدالودود نے دسمبر 1915ء میں ریاست سوات کی بنیاد رکھی۔''(کتاب''صافی قام''ص:250)

(۱۳) مرج سیال مومند:

''میاں گل عبدالودود صاحب کے خاندانی احوال اس طرح ہیں کہ علاقہ برسوات شامیزئی میں عبدالواحد نامی ایک آدمی رہائش پذیر تھے جو کہ قومیت کے لحاظ سے صافی قندھاری تھے۔اور مومندوں کے علاقے سور کمر سے آئے تھے۔آپ کے ہاں غالباً 1784ء میں ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام عبدالغفور رکھا گیا۔یہ فرزند ایک نامور شخصیت، عابد، زاہد بن گئے اور سوات باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔کوئی آپ کو اخوند صاحب پکارتا اور کوئی سیدو غوث الزمان

بھی پکارتے ہیں۔ (کتاب ''دہ پختنو قبیلو شجرے'' ،م ،ج سیال مومند ص: 88،87)

ان کتابوں کے حوالہ جات خاص کر حکمران ریاست سوات کے سوانح حیات از سید عبدالغفور قاسمی اور تاریخ ریاست سوات از محمد آصف خان مرحوم جو کہ ریاست کے بادشاہ صاحب اور والی صاحب مرحومین کی سرپرستی میں لکھے گئے تھے۔ کسی دوسرے قبیلہ ،نسب کی طرف نسبت باطل ہے۔ حضرت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد، خلفاء، مریدین، معتقدین اور متوسلین کے علم میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے۔ اور اگر فریحان شیدا صاحب کی تحقیق صحیح ہو تو پھر سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سادات کرام سے ملتا ہے مگر گمنامی کی وجہ سے صافی مہمند مشہور ہوئے۔

حضرت مولانا شیخ المشائخ اخوند حافظ عبدالغفور قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم سوات میں اور پھر میدانی علاقہ کے اُس زمانہ کے مشہور بزرگانِ دین اور علماء سے حاصل کی۔ آٹھ سال کی عمر میں ملاکنڈ ایجنسی موضع باڈوان بزنگولہ تشریف لائے تھے اور یہاں پر قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں میدانی علاقہ کے گوجر گڑھی نامی گاؤں میں حضرت مولانا سید میاں عبدالحکیم بخاری نقشبندی مجددی کی مسجد میں ان کے فرزند میاں عبدالرحیم بخاری کے ساتھ درس حاصل کیا۔ اس کے بعد موضع پڑانگ چارسدہ میں حضرت مولانا اخوندزادہ محمد نقشبندی سے علمِ فقہ اور اُصولِ فقہ کی ابتدائی کتابوں سے اُصولِ شاشی تک پڑھیں۔ یہاں پر ارباب عبدالکریم خلیل آپ کے ہم سبق تھے۔ اس کے بعد موضع تنگی علاقہ ہشتنگر میں میاں محمد حکم اخوندزادہ کے درس میں کچھ دن گزارے۔ بعد ازاں موضع چمکنی میں حضرت میاں محمد عمر صاحب آف چمکنی کے فرزند اصغر حضرت عبیداللہ میاں گل سے فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد زیارت کاکا صاحب میں حضرت میاں محمد نعیم کاکاخیل سے فیض حاصل کیا۔ اس دوران حضرت مولانا اخوندزادہ محمد مسعود آف اکوڑہ آپ کے ہم سبق تھے۔ اس کے بعد پشاور شہر میں حضرت جیو شاہ فضل احمد معصومی فاروقی نقشبندی مجدّدی کے درس میں شامل ہوئے۔ کچھ مدت اس خانقاہ میں گزاری اور فیض حاصل کیا۔ اس مدت میں طورو کے حضرت مولانا حافظ سید محمد سعید گیلانی بھی حضرت جیو صاحب کے خانقاہ میں رہائش پذیر تھے، بڑے مرید تھے۔ باباجی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے

علماء سے درس حاصل کیا تھا جو علوم ظاہری کیساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے باکمال بزرگ تھے۔ اس اعتبار سے آپ کی ابتدائی تربیت نقشبندیہ خاندان کے بزرگان دین اور علماء نے کی تھی۔ اور بعد میں روحانیت اور معرفت کے باطنی علوموں میں درجہ کمال سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ سے حاصل کیا تھا۔ اس سلسلہ میں دو روایات ایسی ہیں جن کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک روایت کتاب تحفہ المرشد کی ہے لکھتے ہیں کہ:

''حضرت شیخ المشائخ مولانا فضل احمد معصومی فاروقی نقشبندی اگرچہ چاروں سلاسل طریقت میں صاحب ارشاد تھے، لیکن اپنے مریدوں کو سلسلہ نقشبندیہ میں توجہ فرماتے تھے۔ ذکر خفی کی تلقین کرتے اور ذکر بالجہر نہیں فرماتے۔''

دوسری روایت عبدالحلیم اثر افغانی کے استاد حضرت مولانا اسماعیل گیلانی ابن سید حافظ حفیظ اللہ ابن سید معظم شاہ ساکن طورو ہے۔ جسے اپنی کتاب ''تذکرہ غفوریہ'' میں اپنے دادا کے بھائی حضرت حافظ سید محمد سعید کی روایت سے بیان کی ہے، فرماتے ہیں:

''جس وقت حضرت اخوند حافظ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ حضرت جیو شاہ فضل احمد معصومی کی خانقاہ میں بمقام پشاور مقیم تھے۔ تو یہ زمانہ ان کی جوانی کا تھا لیکن مجذوب تھے۔ ہمیشہ حالت جذب و استغراق کی حالت میں ہوتے۔ کھانے پینے کی طرف بہت کم توجہ کرتے۔ حضرت جیو علیہ الرحمۃ جس وقت مسلک نقشبندیہ کے مطابق دوران ذکر خفی اپنے مریدوں کو توجہ فرماتے تو اس دوران غیر اختیاری طور پر آپ کے منہ سے ذکر بالجہر کی آواز نکلتی۔ اس پر حضرت جیو صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ کو ہدایت کی کہ قادری خاندان کی کسی خانقاہ جائیں اور اُدھر سلسلہ عالیہ قادریہ کے مسلک کے مطابق فیوضات حاصل کریں۔''

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا اخوند حافظ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ حقیقت میں مادرزاد ولی تھے اور طریقہ سلسلہ قادریہ کے بزرگان دین نے آپ کی تربیت فرمائی۔ جذب اور استغراق بھی آپ کو اسی طریقہ سے حاصل تھا اور نقشبندیہ خاندان کے بزرگوں اور علماء کی تربیت کی وجہ سے آپ

میں دردوسوز پیدا ہوا۔

حضرت مولانا شیخ حافظ اخوند عبدالغفور پشاور شہر سے تورڈھیری تشریف لائے۔ اور ادھر حضرت مولانا اخوند حافظ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ اسباق حاصل کئے ذکر کے سلسلے میں بھی اور فکر کے سلسلہ میں بھی۔ تاریخی اعتبار سے یہ ۱۲۳۱ھ کے واقعات ہیں اس کے اگلے سال حضرت جیوشاہ فضل احمد معصومی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے پردہ فرما گئے اور اس کے چھ سال بعد حضرت اخوند حافظ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ بالفرض حضرت جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۳۱ھ میں اپنے اس نامور شاگرد اور مرید حافظ اخوند عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کو پشاور سے رخصت نہ کرتے اور چند سال بعد حضرت حافظ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ وصال فرماتے۔ تو سلسلہ عالیہ قادریہ کے وہ فیوضات جو خانقاہ عالیہ تورڈھیری شریف سے آپ کو حاصل ہونیوالے تھے اور قدرت نے اس میں آپ کا حصہ مقرر کیا تھا۔ وہ حضرت حافظ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ تک کیسے پہنچتے۔ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے ہر کام میں کوئی راز ہوتا ہے، یہ اس کی بہترین مثال ہے۔

یہ حضرت جیوشاہ فضل احمد معصومی فاروقی نقشبندی کی ولایت اور حافظ اخوند عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شفقت کی نشانی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ تورڈھیری تشریف لائے اور حضرت مولانا حافظ اخوند محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ (۱) سے فیض حاصل کیا اور اسی پیر کامل اور سلسلہ قادریہ کے ممتاز روحانی رہنما کی صحبت تربیت اور توجہ کی برکت سے حضرت حافظ اخوند عبدالغفور کو ولایت کے تمام درجات اور مرتبہ غوثیت حاصل ہوئی اور غوث الزمان سیدو شریف کے باعزت لقب سے یاد ہونے لگے سلسلہ عالیہ قادریہ کو ایک نیا دوران نصیب ہوا۔ اس حد تک کہ یہ مبارک سلسلہ آپ کے خصوصی مرتبے اور روحانی عظمت کی وجہ سے ''سلسلہ قادریہ غفوریہ'' کیساتھ متعارف ہوا اور اس مبارک سلسلے کا جھنڈا میدانی علاقہ (سمہ) سوات برصغیر پاک وہند افغانستان سے عراق اور عربستان تک بلند ہوا اور آج تک آپ کے خلفاء کے

(۱) حضرت حافظ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ قوم کے لحاظ سے درانی تھے۔ آپ کے والد کا نام مولانا رفیع القدر المعروف حافظ گل بابا وگرھی شاہ بابا تھا۔ احمد شاہ ابدالی کے ساتھ پانی پت کے جہاد میں شریک تھے اور حضرت میاں محمد عمر آف چمکنی کے مرید تھے۔ (روحانی رابطہ و مرآۃ الاولیاء، صفحہ نمبر: ۲۶۔۲۷)

ذریعے اس مبارک سلسلے کے انوارات سے یہ ممالک منور ہیں۔

سلسلہ عالیہ قادریہ کے خصوصی اسباق جو کہ خصوصیت کے ساتھ فکر کیساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ بہت زیادہ ریاضتیں مجاہدے چلے کاٹنے کے متقاضی ہیں۔ جس کے بعد ان کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس سلسلے کی تکمیل کیلئے اپنے پیرومرشد حضرت اخوند محمد شعیب کے ارشاد کے مطابق باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موضع تورڈھیری کے نزدیک دریا کے کنارے بیکی نامی گاؤں میں مخلوقِ خدا سے الگ رہنے کیلئے خلوت خانہ بنالیا۔ بارہ سال تک اس میں عبادت ریاضت اور مجاہدے کئے۔ چلے کاٹے اور درجہ کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد زیارت غلا میں اقامت فرمائی۔

یہاں آپ نے ذکر و فکر تعلیم و تربیت زہد و تقویٰ سے دلوں کی آبیاری کی اور مجمع گم گشتگان راہِ خدا کو چراغ ہدایت سے منور فرماتے رہے۔ یہاں سے سلیم خان ہوتے ہوئے قاسمی تشریف لائے۔ مسجد شاہئٹ خیل میں ایک حجرہ آپ کے قیام کے لئے تعمیر ہوا جو آج بھی موجود ہے۔ ایک رات مجلس لہو ولعب کا شور سن کر قاسمی چھوڑ کر ندی کے کنارے تشریف لے گئے۔ عقیدت مند وہاں بھی جمع ہو گئے آپ کے زمانہ قیام کی یادگار ایک سرد چشمہ اب بھی وہاں جاری ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضت مجاہدوں اور پھر مخلوقِ خدا کی ہدایت کے آخری سال انتہا کی شورش اور انقلاب کا زمانہ تھا۔ ایک طرف ایسٹ انڈیا کمپنی اقتدار کے حصول کے لئے سرگرم عمل تھی۔ دوسری طرف سکھ تھے جو ۱۲۳۶ھ بمطابق ۱۸۲۱۔۱۸۲۰ء میں صوبہ سرحد داخل ہوئے تھے۔ دوسری طرف سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل دہلوی تھے، جو بظاہر مجاہدین تھے اور سکھوں کے خلاف لڑنے آئے تھے۔ علاوہ ازیں پشاور اور آس پاس کے سردار اور خوانین تھے جو اپنے ذاتی اقتدار بچانے کی فکر میں تھے۔ اور اسطرح ہر ایک فریق دوسرے کو نیچا دکھانے کی تدابیر میں مشغول تھا۔ اس پیچیدہ صورتحال میں جب ۱۲۵۰ھ بمطابق ۱۸۳۵ء میں تہکال کے میدان میں پشاور اور جمرود کے درمیان مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان پہلی مشہور تاریخی غزا ہوئی تو حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوات اس تاریخی غزا میں شامل تھے۔ اس غزا میں سمہ، سوات اور دیگر قبائلی علاقوں باجوڑ، مہمند، خیبر، کرم وزیرستان

افغانستان کے تمام مسلمان سکھوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ یہ جہاد دین اسلام پر ننگ وغیرت دکھانے کی غذا تھی۔ غیر مسلم افواج لوگوں پر ظلم کرنے کے علاوہ مسجدوں کی بے حرمتی بھی کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ سکھ لشکر نے جب پشاور پر قبضہ کیا تو مشہور تاریخی مسجد مہابت خان میں گھوڑے گدھے اور خچر باندھتے تھے۔ اس جہاد کے بعد باباجی صاحب سوات باجوڑ تشریف لے گئے 2
کچھ مدت کے بعد ملاکنڈ ایجنسی کے سم رانیزئی علاقہ کے مشہور گاؤں قالدرہ تشریف لائے۔ کچھ مدت وہاں گزارنے کے بعد وادی سوات تشریف لائے۔ سب سے پہلے ملوچ پھر رنگیلا اور پھر اوڈیگرام نامی گاؤں میں یکے بعد دیگرے رہائش اختیار کی۔ پھر مرغزار تشریف لائے۔ مرغزار گاؤں کے باہر مشرقی سمت ایک پہاڑی غار میں عبادت وریاضت میں کافی مدت گزاری۔ یہ غار اسی طرح بنا ہوا ہے کہ بڑے بڑے پتھر اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں کہ ایک کمرے کی شکل بنی ہوئی ہے۔ اندر ہی صاف وشفاف پانی کی چھوٹی سی نالی بہتی ہے۔ جس سے غسل اور وضو کیا جا سکتا ہے، یہ چلہ گاہ اب تک موجود ہے۔ راقم نے بھی وہاں ایک رات گزاری، بہت ہی بارعب ہیبت والی جگہ ہے۔ سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے جو جنات مرید تھے وہ اب بھی یہاں زندہ اور موجود ہیں۔ یہاں سے آپ موضع سپلبانڈئی تشریف لائے جو کہ مرغزار کے قریب ہے۔ سپلبانڈئی میں کچھ مدت گزارنے کے بعد اسی گاؤں کے ایک معزز خاندان میں آپ کی شادی ہوئی۔ آپ کے سسرال کا خاندان اب بھی سپل بانڈئی میں موجود ہے۔ کچھ مدت وہاں گزارنے کے بعد ۱۲۶۱ھ بمطابق ۱۸۴۵ء میں سیدو تشریف لائے آپ کی تشریف آوری کے بعد سیدو اب سیدو شریف کہلانے لگا۔ یہاں آپ نے بڑے چشمے کی مشرقی سمت اپنے لئے ایک خلوت خانہ تعمیر کیا۔ اس چشمہ کی جنوبی سمت چند گھر موجود تھے، اس کا نام سیدو تھا۔ اس گاؤں کے مغرب کی طرف ایک پرانے زمانے کے شہید کا ایک مزار ہے۔ حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ اپنی باقی تمام عمر یہیں گزارنے کے ارادے سے مقیم ہوگئے۔ اپنے خلوت خانے اور چشمہ کے درمیان چھوٹی مسجد بنائی۔ یہ مسجد ضرورت کے مطابق وسیع ہوتی گئی۔ اور اس کے ساتھ درس وتدریس کے واسطے طلباء کے لیے اور عبادت وریاضت کے لئے کمرے تعمیر ہوئے۔ یہ مسجد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے پوتے

میاں گل عبدالودود بادشاہ صاحب سوات نے ۱۹۴۳ء میں نئے طرز سے بنائی۔ جس کے لئے سنگ مرمر اور معمار ہندوستان سے منگوائے گئے تھے۔ اُس زمانے میں اتنے سنگ مرمر پاکستان کی کسی بھی مسجد میں استعمال نہیں ہوئے تھے۔ آج کل مسجد دیکھ کر گمان گزرتا ہے کہ یہ کل پرسوں کی تعمیر ہے۔

اس طرح یہ مقام علم وعرفان ظاہری و باطنی علوم کا مرکز بنا اور اس کے بعد آپ کی مبارک زندگی کا وہ دور شروع ہوا جو کہ شمال مغربی پاکستان کی تصوف کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتی ہے جو کہ روحانی اور عرفانی تصوفی مسلک کیساتھ ایک منظم جدو جہد کی شکل میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد کرنے کا مسلک ہے اور یہ وہ خصوصی امتیاز ہے کہ اپنے زمانے کے دیگر ہم عصر روحانی پیشواؤں میں سوات باباجی صاحب کو حاصل ہے۔

۱۸۴۹ء میں انگریز مکمل طور پر سابق صوبہ سرحد پر قابض ہو گئے اور سکھوں کو شکست دی اور پشاور میں اپنا دارالحکومت قائم کیا تو حضرت باباجی صاحب سوات نے ملاکنڈ سوات بونیر کے علاقوں کو بچانے اور انگریز کے قبضہ سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے تمام وسائل اکٹھے کرنے شروع کئے۔ انگریزوں کے ساتھ اس تاریخی مقابلہ اور ملاکنڈ ڈویژن کو ان کے قبضے سے محفوظ رکھنے کی بحث سے پہلے ایک بہت ہی اہم بحث کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ مسلمانوں کی متحدہ سلطنت خلافت عثمانیہ کے خلاف جب انگریزوں کی شازش کامیاب ہوئی۔ مختلف علاقوں میں خلافت عثمانیہ کے خلاف بغاوتیں شروع ہوئیں۔ علاقہ حجاز مقدس میں ایک انگریز جاسوس ''ہمفرے'' (۱) کی سازشوں سے ابن عبدالوہاب نجدی کے ذریعے وہابی تحریک کامیاب ہوئی۔ حجاز کا نام بدل کر سعودی عرب رکھ دیا گیا۔ حکومت سعودی خاندان اور اُمور مذہبیہ ابن عبدالوہاب نجدی اور اس کے خاندان کے حصے میں آئے۔ علماء عوام خواص اہلسنت والجماعت کا بے دریغ قتل عام ہوا۔ مزارات انبیاء علیہم السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی بے حرمتی شروع ہوئی۔ ان کو زمین بوس کر دیا گیا۔ اپنی حکومت مضبوط کرنے کے بعد دنیا کے مختلف ممالک میں وہابی تحریک پھیلانے کے لئے تگ ودو شروع ہوئی۔

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے ''ہمفرے کے اعترافات'' Humpray memories

حج کے ایام میں مختلف ممالک کے سرکردہ اور اپنے علاقوں کے بااثر افراد کیساتھ خصوصی ملاقاتیں ہوتیں انہیں وہابیت کے لئے تیار کرنے اور وسائل فراہم کرنے کے معاہدے ہوتے چنانچہ ہندوستان سے سید احمد بریلوی حج بیت اللہ شریف کے لئے شوال ۱۲۳۶ھ بمطابق ۳۱ جولائی ۱۸۲۱ء روانہ ہوئے یہ بحری سفر تھا۔ جس کی مکمل روداد ''حیاتِ طیبہ'' نامی کتاب تصنیف مرزا حیرت دہلوی میں ملاحظہ کریں۔ وہاں ان کا سعودی حکومت نے بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا۔ انہیں شاہی مہمانوں کی طرح رکھا۔ ان کی مکمل ذہنی دباغت کی اور دو سال گزارنے کے بعد ماہ صفر ۱۲۳۹ھ کلکتہ واپس ہوئے، وہاں سے رائے بریلی آئے۔ اس طرح دو سال دس مہینے کے بعد ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ بمطابق ۲۹ اپریل ۱۸۲۴ء اپنے وطن واپس پہنچ گئے۔

اس عرصے تک انگریز سارے ہندوستان پر قابض ہو گئے تھے۔ لیکن صوبہ سرحد پر سکھوں کا قبضہ تھا۔ سکھوں سے زیادہ پختون قبائل زیادہ سخت جان اور بہادر تھے۔ لیکن ان میں بے اتفاقی بہت ہے۔ جس کی وجہ سے سکھوں کا یہاں قبضہ ہو گیا تھا۔ انگریزوں کو مسلمانوں میں ہی ایسے بااثر افراد کی ضرورت تھی۔ جو مذہبی لباس میں سکھوں سے بھی لڑیں اور پختون قبائل سے بھی تاکہ دونوں فریق آپس میں لڑلڑ کر کمزور ہو جائیں۔ اور جب دونوں فریق کے سرکردہ افراد ختم ہو جائیں تو انہیں زیر کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ دوسری طرف سید احمد بریلوی ان کے مرید سید اسماعیل دہلوی کو بھی انگریزوں کی ایسی اعانت مطلوب تھی۔ جس طرح ابن عبدالوہاب نجدی کو مہیا کی گئی تھی۔ تاکہ صوبہ سرحد سے وہابیت کی تحریک شروع کی جائیں۔ چنانچہ دونوں فریقوں میں خفیہ معاہدے ہوئے۔ انہیں جنگی اسلحہ مالی معاونت یہاں تک کہ بڑے بڑے توپ تک مہیا کئے گئے۔ شاہ اسماعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ''التوحید'' کا اردو میں ترجمہ بنام ''تقویۃ الایمان'' کر کے اسے شائع کیا۔ تاکہ صوبہ سرحد میں جو علاقے قبضے میں آئیں تو وہاں پر اس کتاب کو خوب پھیلایا جاوے اور اس کے مطابق لوگوں کے عقائد تبدیل کر دیں۔ یہ کتاب کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید کی آڑ میں دل کھول کر محبوبانِ خدا کی توہین بے ادبی، گستاخی کا ایک پلندہ ہے۔ چونکہ یہاں پر مقصد تفصیل بیان کرنا نہیں

صرف اشارے کیے جاتے ہیں تاکہ مطلوبہ تاریخی حقائق معلوم ہو جائیں اور بڑے عرصہ سے سکھوں کے ساتھ نام نہاد جہاد کی حقیقت بھی۔ یہاں پر بڑے افسوس کیساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس جہاد کے بارے میں ہمارے سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء شاگردوں اور معتقدین نے کوئی قابل قدر تصنیف نہیں کی تاکہ تصویر کے دونوں رُخ واضح ہو جاتے۔ اسکے متعلق سارا انحصار سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل دہلوی کے مکتبہ فکر کے افراد کی کتابوں پر ہے اور نئی نسل پوری حقیقت اور اصل تاریخی حقائق سے بے خبر ہیں۔

الغرض وسطی ہندوستان سے وہابی تحریک بنام سکھوں سے جہاد شروع ہوئی جگہ جگہ جہاد کے موضوع پر تقاریر میں لوگوں کو تیار کیا جاتا۔ آخر میں دہلی کی جامع مسجد میں جہاد کے موضوع پر تقریر ہوئی۔ سید احمد بریلوی نے یہ تیاریاں کرنے کے بعد ایک جمعیت تیار کی۔ ہزاروں لوگوں کیساتھ ۷ جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ بمطابق ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء جہاد کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے ٹونک آئے اپنے اہل خانہ کو امیر خان سلارزئی کیساتھ چھوڑ دیا۔ اور شکار پور کوئٹہ اور قندھار، غزنی، کابل، اور خیبر کے راستے نومبر ۱۸۲۶ء کو پشاور جا پہنچے۔ یہاں مختصر قیام کے بعد چارسدہ چلے گئے سکھوں نے بھی ان کے خلاف تیاریاں شروع کیں۔ اور ۲۰، ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء کو پہلی لڑائی نوشہرہ کے مقام پر ہوئی۔ اس معرکہ میں سید احمد بریلوی کے ساتھیوں کو وقتی فتح حاصل ہوگئی۔ اگلے سال ۱۸۲۷ء میں شیدو کے مقام پر سکھوں اور مسلمانوں کا مقابلہ ہوا جس میں سکھوں کے نقصانات حد و حساب سے باہر ہیں۔ جبکہ مسلمانوں میں سے ۶ ہزار افراد قتل ہوئے اور مسلمانوں کو شکست بھی ہوئی۔ اس کے بعد سید صاحب صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں میں اپنا جنگی محاذ منتقل کرتے رہے۔ جہاں پر بھی کامیابی ملتی وہاں اپنے وہابی مذہب کے مطابق احکامات نافذ کرتے رہتے۔ چونکہ تمام پختون قبائل پکے اہلسنت والجماعت لوگ تھے۔ وہابیت کے نفاذ، عشر کی جبری وصولی زبردستی بیوہ عورتوں کے اپنے مجاہدین سے نکاح وغیرہ ایسے اُمور تھے کہ جن کی وجہ سے پختون قبائل سید صاحب کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ نتیجتاً بڑے بڑے وہ سردار جو کہ سید صاحب کے صوبہ سرحد آتے ہوئے دست راست تھے وہ دشمن بن گئے۔ آخر میں سید صاحب نے کثیر تعداد میں سکھوں اور پختون قبائل کو قتل کرنے کے بعد بالاکوٹ کا رخ

کیا۔ جہاں پر ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو دونوں حضرات یعنی سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی سکھوں سے لڑتے ہوئے اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔

یہ مختصر روداد اس غرض اور مقصد سے ذکر کی گئی کہ مخالفین نے اپنی تصانیف میں حضرت غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی سید احمد بریلوی کے ساتھ اس تحریک میں شرکت اور امداد کے بارے میں جو تحریر کیا ہے وہ سو فیصد غلط ہے۔ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ ایک دائم الکشف ولی اللہ تھے۔ آپ پر یہ بات کب مخفی تھی کہ یہ لوگ انگریزوں کو چھوڑ کر پختونخواہ کیوں آئے ہیں۔ ایسے میں ان کی اعانت اپنے مسلک سے غداری اور انگریزوں سے وفاداری کے مترادف تھی۔ چنانچہ آپ کے پوتے جناب میاں گل عبدالودود کے حکم پر جو تاریخ ''ریاست سوات'' قاسمی میاں صاحب نے لکھی ہے۔ اور بعد میں محمد آصف خان صاحب نے لکھی ہے۔ ان میں کہیں بھی سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا سید صاحب کے ساتھ سکھوں کے خلاف شرکت یا امداد کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ بلکہ جب سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے ارادے کا علم ہوا اور شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب دیکھی تو اپنے دو مریدوں کو حکم دیا کہ اس کتاب کا رد لکھیں۔ یہ دو علماء مولانا مرید محی الدین نوشہروی اور پشاور کے نادر روزگار فاضل مولانا نصیر احمد المعروف بہ میاں صاحب قصہ خوانی تھے۔ اب مولانا مرید محی الدین نوشہروی کی تالیف ناپید ہے۔ جبکہ حضرت علامہ میاں نصیر احمد کی کتاب ''احقاق الحق'' جو تقویۃ الایمان کے رد میں لکھی تھی، وہ موجود ہے۔ جس کا رواں اور سادہ ترجمہ حضرت العلامہ میاں ظاہر شاہ قادری مدین سوات نے بنام ''تجلیات غفوریہ'' کیا ہے۔ اور انہوں نے شائع کیا ہے۔

تقویۃ الایمان کے رد میں سب سے بہترین تصنیف حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''اطیب البیان فی ردِ تقویۃ الایمان'' ہے۔ جو ملک کے مختلف مکتبوں سے دستیاب ہے۔

CamScanner

شاہ اسماعیل دہلوی اور ابن عبدالوہاب نجدی کی وہابیت اور علمیت کے بارے میں علمائے دیوبند کے تبصرے ملاحظہ ہوں:

بوادر النوادر حکیم الامت حضرت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب سے اقتباس۔ (ناشر: ادارہ اسلامیات 190 انارکلی لاہور، صفحہ ۴۶۹)

جب شاہ عبدالقادر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا میاں عبدالقادر تم اسمٰعیل کو سمجھا دینا کہ وہ رفع یدین نہ کیا کریں۔ کیا فائدہ ہے خواہ مخواہ عوام میں شورش ہوگی۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ میں تو کہہ دوں مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش کرے گا۔ اس وقت میں میرے دل میں یہی خیال آیا کہ گو انہوں نے اس وقت یہ جواب دیدیا ہے مگر یہ بھی کہیں گے ضرور۔ چنانچہ یہاں بھی میرا خیال صحیح ہوا اور شاہ عبدالقادر صاحب نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسماعیل صاحب سے کہلایا کہ رفع یدین چھوڑ دو اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی اسماعیل صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے۔ "من تمسک بسنتی عند فساد أمتی فله اجر مائته شهید" کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کرے گا عوام میں ضرور شورش ہوگی۔

مولوی محمد یعقوب صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے ان کا جواب بیان کیا اس کو سُن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا یہ حکم تو اس وقت ہے جب کہ سنت کے مقابل خلافِ سنت ہو اور "مانحن فيه" میں سنت کا مقابل خلافِ سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے۔

محمد عبدالحق حقانی دہلوی دیوبندی تفسیر حقانی مکتبۃ الحسن لاہور صفحہ 225 جلد اول زیر آیات "وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدہٖ۔۔ الخ" آیت نمبر 23 سورۃ البقرہ لکھتے ہیں:

"شہر دہلی جب شاہ عالم باچا کے عہد میں نہایت تنزل کو پہنچا اور وہاں علماء، شرفاء، اہل ہنر جو عہد سلطنت حضرت شاہ جہان سے آباد تھے۔ ادھر ادھر پریشان ہو کر نکل گئے تو اس زمانہ میں خاص

کشمیر یا اس کے نواح کے کچھ لوگ آ بسے۔ فدا حسین رسول شاہی اور دیگر قلندر بنگ نوش شبلی ٹوپی والے آزاد اسی قوم میں گزرے ہیں ان میں سے بعض خان صاحب بعض مرزا اور بعض سیّد اور میر صاحب کہلاتے ہیں۔ اس قوم کے بعض لوگوں نے اس اجڑی سلطنت میں کچھ رسوخ بھی حاصل کیا تھا۔ اور کوئی معزز لقب بھی خریدا تھا۔ اس کنبے میں سے ایک شخص سیّد احمد خان صاحب بہادر بھی پیدا ہوئے۔ یہ شخص ابتداء میں مولوی مخصوص اللہ نبیرہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی قدر صرف ونحو سے آشنا ہوئے۔ اور تعویذ گنڈے بھی سیکھے لیکن جب یہ نسخہ نہ چلا تو برٹش گورنمنٹ کی طرف رجوع کیا اور اپنی لیاقت خداداد سے کوئی اچھا عہدہ بھی پایا۔ پھر تو پکے وہابی متبع مولوی محمد اسماعیل ہوئے اور ایک کتاب آثار الصنادید لکھ کر شہر کے اہل علم وفضل میں بھی شہرت اور عزت حاصل کی۔"

مفسر تفسیر حقانی کے نزد مولوی محمد اسماعیل پکے وہابی تھے۔ اب ایک اور دیوبندی عالم مولانا حسین احمد مدنی سے سنئے کہ وہابی کون ہوتا ہے۔ کیونکہ عام طور پر ان لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ وہاب نام اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے۔ تو وہابی کا مطلب ہوا اللہ والا۔ مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

"صاحبو محمد ابن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا۔ ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں سلف صالحین اور اتباع کے شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے الحاصل وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے۔ اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرضیکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے۔ اور بے شک جب

اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں۔ تو ضرور ہونا یہی چاہیئے۔ وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔'' (شہاب ثاقب مکتبہ رحیمیہ دیوبند صفحہ 43)

آگے لکھتے ہیں: ''اور اس طرح ندا کرنا حضور علیہ السلام کو یعنی بایں اعتقاد کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر منادیٰ کی ندا کی خبر ہوجاتی ہے۔ ناجائز ہے وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے۔ اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ کو سخت منع کرتے ہیں۔ اور اہل حرمین پر سخت نفریں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزا اُڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت اور جملہ صور درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب و نداء کیوں نہ ہوں مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔'' (شہاب ثاقب مکتبہ رحیمیہ دیوبند صفحہ 65)

اُمید ہے کہ مولوی حسین احمد مدنی کی وضاحت کے بعد لفظ وہابی کا مطلب سمجھ میں آ گیا ہوگا۔ جنہوں نے مولوی اسماعیل دہلوی کو خیالات باطلہ عقائد فاسدہ رکھنے والا اور وہابیہ خبیثہ جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ یہی عقائد باطلہ رکھنے والا شخص صوبہ خیبر پختونخواہ میں بظاہر انگریز کی مدد سے سکھوں سے جہاد کرنے حقیقت میں اپنے عقائد باطلہ کی تبلیغ ترویج اشاعت اور نفاذ کیلئے آیا تھا جس میں اسے کامیابی نہیں بلکہ موت نصیب ہوئی۔ شاہ انور شاہ کشمیری بخاری شریف کی شرح ''فیض الباری شرح صحیح بخاری'' میں لکھتے ہیں:

اما محمد ابن عبدالوهاب النجدی فانه کان رجلا بلیداً قلیل العلم فکان یتسارع الی الحکم بالکفر ولا ینبغی ان یقتحم فی هذا لوادی الا من یکون متیقظاً متقناً عارفا بوجوه الکفر واسبابه۔

ترجمہ:۔ ہر چہ محمد ابن عبدالوہاب نجدی ہے سو وہ ایک کم عقل انسان تھے کم علم تھا۔ سو وہ کفر کا حکم لگانے میں جلدی کرنے والا تھا۔ اور کفر کے فتوی لگانے کے وادی میں داخل ہونا ہر ایک کیلئے مناسب نہیں ہے صرف وہ شخص اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ جو بیدار مغز اور پرہیزگار ہو اور کفر کے تمام وجوہ اور اسباب پر خبردار ہو۔ (فیض الباری صفحہ 171)

قاضی سید غلام رحمانی قادری لکھتے ہیں:

''سید احمد صاحب کی تحریک نے ایک نیا باب کھولا جو کہ پختون قوم کی بے اتفاقی کا سبب بنا اگرچہ بظاہر سید احمد صاحب کا جذبہ اپنی جگہ اچھا تھا جو کہ دینی جذبہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس کا آخری سرا دہلی تھا۔ جہاں انگریز مسلط تھے اور یہ لوگ ایک خاص راز کے تحت پختونخواہ کی بیخ کنی کے لئے سرحدی علاقوں تک آئے اور نفاق اور بے اتفاقی کے طریقے جاری کئے اور پختون قوم کو کمزور کیا اور بھائی کو بھائی سے لڑایا۔ جس سے انگریز قوم کو قوت ملی، مسلمانوں کی ترقی کے راستے بند ہوئے اور کابل تک بے اتفاقی اور بے چینی زور پکڑ گئی۔ اجتماعی طاقت ختم ہوئی اور جب بھی مسلمانوں کی ایک تنظیمی قیادت ایسی سیاسی اور مذہبی غلطی سے دو چار ہوتی ہے تو انجام اس کا تباہی ہوتا ہے۔ اس طرح اس وقت سے سید احمد بریلوی اور ان کے ساتھیوں کو مشکلات درپیش ہوئیں۔ جیسا کہ شیدو کی جنگ کے بعد سید احمد نے اپنا صدر مقام ہنڈ سے پنجتار مقرر کیا۔ اس کے بعد اپنا جنگی مرکز پنجتار سے خاربٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی منتقل کیا۔ اور ۱۲۴۳ھ جمادی الاخرے ۱۸۲۷ء دسمبر کو خار پہنچے۔ یہاں پر ایک سال سے زائد وقت گزارا لیکن آتے ہی وہابیت کی شکل میں کام شروع کئے۔ لوگوں کی بیٹیاں بہ زور وزبردستی نکاح میں لاتے اور اس طرح اسماعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کا درس شروع ہوا۔ اس وجہ سے سیدو غوث نے اپنے ملک سے شرعی فیصلہ اور فتوی کی بنیاد پر نکال باہر کر دیئے۔ ان کے ساتھ تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا۔ حضرت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے میاں صاحب باغکنڈئی شریف جن کا نام میاں سید محمد عرف میاں صاحب اور کوئی بابا کے نام سے مشہور تھے۔ مزار شریف باغکنڈئی شریف کے اسو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ میں واقع ہے۔ اصل میں سیّد ہیں اور حصار بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اٹھویں پشت میں پوتے ہیں۔ یہ سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الزمان سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور آپ کی طرف سے قاضی تھے۔ سوات کے تمام فیصلے آپ کرتے۔ آپ کیساتھ موضع باڈوان کے قضاۃ میاں بڑنگولہ اور ادینزئی کے قضاۃ اوچ اوسکئی کا قاضی صاحب اور شوہ اور آس پاس کے مشہور علماء وفضلاء آپ کے ساتھ تھے۔ سید احمد بریلوی کی طرف سے عبدالحئی قاضی مناظر تھے۔ یہ اسماعیل دہلوی کا بہنوئی تھا، یہ

اس کا قاضی القضاۃ اور سید احمد بریلوی کا خلیفہ تھا اور اسماعیل دہلوی بھی ان کا مرید اور خلیفہ تھا۔ لیکن مذہب ان کا وہابیت تھا۔ پختونخواہ کے عقائد خراب کرنا ان کا مشن تھا۔ (ماخوذ از تذکرہ یوسف زئی، افغانیہ، قاضی سید غلام رحمانی قادری باغنڈئی شریف، غیر مطبوعہ، صفحہ نمبر: ۵۹۴)

سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے مکتب فکر کے مؤلفین نے اپنی کتابوں میں اس واقعے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں، کہ سید و بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جنگی مہمات میں ان کی مدد کی تھی۔ البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ اس مناظرہ میں شکست کے بعد یہاں کے عوام اور سید احمد بریلوی کے ساتھیوں کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی۔ جس میں قاضی عبدالحئی مارا گیا۔ جس کی قبر خاربٹ خیلہ میں ہے۔ البتہ عبدالحلیم اثر افغانی جو کہ سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے لئے نرم گوشہ رکھتے تھے۔ صرف اس قدر لکھا ہے کہ:

''سید صاحب نے اس دوران فتح خان خدوخیل کی دعوت پر اپنا مرکز ہنڈ سے اٹھا کر پنجتار مقرر کیا۔ اور گرد و پیش کے علاقوں کا دورہ کیا۔ کچھ مدت کے بعد بعض وجوہات کی بنا پر موضع خار کو اپنا مرکز بنایا تھا۔ اور جمادی الآخر ۱۲۴۳ھ بمطابق دسمبر ۱۸۲۷ء یہاں آئے تھے اور جمادی الآخر ۱۲۴۴ھ بمطابق جنوری ۱۸۲۹ء تک بمقام خار مقیم تھے۔ ان کے نامور ساتھی حضرت مولوی عبدالحئی بھی وہاں پر وفات ہوئے تھے۔ قبر بھی خار میں ہے۔'' (روحانی تڑون صفحہ نمبر: ۸۷۹)

دیکھئے کس صفائی سے مناظرہ، لڑائی، زبردستی یہاں سے نکالنے، اور پھر عبدالحئی کے موت کے واقعات گول کر گئے تاکہ لوگوں کو اصلی حقیقت کا پتہ نہ چلے۔ اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا جو کہ حضرت سید و باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پیدا ہوا تھا۔ لہٰذا جن تذکرہ نگاروں نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو کچھ لکھا محض غلط بیانی ہے۔ ان میں ایک کتاب حافظ غلام فرید صاحب نے لکھی ہے، جس کے سرورق پر لکھا ہے ''تذکرہ قادریہ غفوریہ'' اس میں حافظ غلام فرید صاحب لکھتے ہیں:

''گوشہ نشینی کے زمانے میں حضرت سید احمد شہید بریلوی ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ ۶ مئی ۱۸۳۱ء بغرض جہاد تشریف لائے تھے۔ غالباً جمادی الاول ۱۲۴۲ھ دسمبر ۱۸۲۶ء میں آپ حضرت شہید کے ساتھ شامل رہے۔'' (احوال العارفین ص ۱۰۱)

اس طرح آگے چل کر لکھتے ہیں:

''۱۸ فروری ۱۸۴٦ء بروایت ۱۸۴۹ء میں سکھ حکومت کا خاتمہ ہوا۔ لیکن جو مغرب کی طرف سے انگریز بیپاریوں کی شکل میں عذاب ہندوستان پر آیا اس کی لپیٹ میں صوبہ سرحد بھی آ گیا۔ جسکی بڑی وجہ دین سے بے رغبتی اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انحراف تھا۔ اس کی بدولت بے اتفاقی اور نفاق کا عذاب مسلط ہو گیا۔ اہل سرحد نے سکھ اور انگریز کی ذلتوں اور بے عزتیوں کو برداشت کیا لیکن حضرت سید احمد بریلوی اور ان کی جماعت اور حضرت اخوند عبدالغفور قدس سرہ، صاحب تذکرہ اور ان جیسے بزرگوں کا جن کا مقصد صرف دین اور اسلام کی ترقی مقصود تھی۔ ان کا ساتھ نہ دیا بہت تھوڑے اور غریب لوگوں نے ساتھ دیا۔'' (احوال العارفین، ص: ۱۰۳)

یہ تحریر بھی غلط بیانی کا ایک واضح ثبوت ہے۔ سید احمد صاحب کا ساتھ نہ دینا تو ان کا وہابیت پر مبنی گستاخانہ عقائد کا نفاذ تھا۔ جس کی پختونخواہ کی غیور اور اہلسنت والجماعت لوگوں نے بھرپور مخالفت کی۔ جہاں تک سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ نہ دینے کی بات ہے۔ یہ بھی بدیہی باطل ہے کیونکہ اس تحریک وہابیت کے بعد انگریز کا مقصد پورا ہوا۔ دونوں فریق آپس میں بلکہ مسلمان مسلمانوں کے خلاف لڑ لڑ کر کمزور ہو گئے تو انگریز کو صوبہ سرحد پر قبضہ کرنا آسان ہوا۔ اور ۱۸۴۹ء میں انگریز بغیر کسی خاص مزاحمت کے صوبہ سرحد پر مکمل طور پر قابض ہو گئے۔ تو سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین اور سوات بونیر، باجوڑ اور ملاکنڈ ایجنسی کے غیور عوام نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر انگریز کے خلاف علم جہاد بلند کیا (جسکی تفصیل آگے آ رہی ہے) اور انگریزوں کو ملاکنڈ ڈویژن پر قابض نہیں ہونے دیا۔ اپنے زیر اثر علاقوں میں مکمل شریعت نافذ کی۔ جو ہوتے ہوتے ایک شرعی حکومت میں تبدیل ہوتی گئی۔ جسکا پہلا امیر شریعت سید محمد اکبر شاہ مقرر ہوا۔ اسکے بعد ۱۹۱۵ء میں میاں گل عبدالودود بادشاہ صاحب سوات مقرر ہوئے۔

دوسری طرف صاحب تذکرہ ''احوال العارفین'' نے صوبہ خیبر پختونخواہ کے لوگوں پر دین سے بے رغبتی اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انحراف کی تہمت بھی لگائی، اور یہ بھی کہ سید صاحب کا ساتھ بہت تھوڑے اور غریب لوگوں نے دیا۔ اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ صوبہ پختونخواہ کے عوام کو یہ بے رغبتی وہابیت اور سید صاحب کی خود ساختہ شریعت سے تھی نہ کہ دین اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

تھی۔ جبکہ ابتدا میں جہاد اور سکھوں سے مقابلہ کیلئے صرف شیدو کے مقام پر چھ ۶ ہزار مسلمان قتل ہو چکے تھے۔ باقی کا حساب خود لگائیں اور جن لوگوں نے سید صاحب کا ساتھ دیا ان میں خادی خان آف ہنڈ پنجتار کے فتح خان یار محمد خان بارکزی جیسے بااثر لوگ شامل تھے۔ لیکن بدانتظامی اور اپنی خود ساختہ شریعت کے نفاذ میں سخت گیری کی وجہ سے یہ تمام لوگ ان کے مخالف ہو گئے اور بہت تھوڑے رہ گئے۔ اب سید صاحب اور شاہ اسماعیل دہلوی کی انگریز دوستی اور سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی انگریز دشمنی کے احوال ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں:

''یہ بھی صحیح ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز شاہ اسماعیل دہلوی وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتوی پوچھا کہ سرکار انگریز سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔'' (سوانح احمدی، ص: ۱۷۱)

اس طرح مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

''کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی۔ تو ایک شخص نے دریافت کیا۔ آپ انگریزوں پر جہاد کا فتوی کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے جواب دیا، ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں۔ ایک تو ان کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے۔ بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہوا تو مسلمان پر فرض ہے۔ کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔ (مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ، ص: ۴۲۳)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس دور میں انگریزوں کے خلاف جہاد کی ضرورت تھی اور لوگ اس بات کے منتظر تھے کہ کوئی انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کرے۔ اس لئے ایک دور بین آدمی نے یہ سوال شاہ اسماعیل کو انگریز کی بڑھتی ہوئی طاقت کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے کیا۔ شاہ اسماعیل نے سائل کی اصلی غرض کو سمجھتے ہوئے یہ جواب دیا کہ انگریزی حکومت پر کوئی حملہ کرے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے جنگ کریں۔ (دیکھئے انگریزی حکومت سے کتنی محبت و

الفت ہے کہ تمام مسلمانوں پر انگریز کی اطاعت وامداد فرض قرار دے رہے ہیں۔)

جناب اکرام شیخ لکھتے ہیں:

''جب آپ سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے۔کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اتنی دور سے سکھوں سے جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہو۔انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں۔وہ دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں کہ گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔یہاں لاکھوں آدمی آپ کے شریک اور مددگار ہو جائیں گے۔سید صاحب نے جواب دیا۔سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتے اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت سے روکتی ہے۔'' (شیخ محمد اکرام موج کوثر،ص:۲۰)

مولانا جعفر تھانیسری مزید لکھتے ہیں:

''سید صاحب کا سرکارِ انگریز سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکارِ انگریز اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتے تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی۔مگر سرکارِ انگریز اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔(سوانح احمدی،ص:۱۳۹)

مولانا تھانیسری نے حقیقت بالکل آشکارا کر دی کہ انگریز اس وقت سکھوں کا زور کم کرنا چاہتے تھے اس لئے سید صاحب ان کے علاقہ میں سکھوں سے جہاد کے لئے رقم، اسلحہ اور آدمی آزادانہ طور پر جمع کرتے رہے۔انگریز نے نہ روکا نہ رکاوٹ ڈالی۔بلکہ مالی امداد اور اعانت بھی کی اور جب یہ مجاہدین سکھوں سے جہاد کے لئے سرحد گئے تو ان کے بیوی، بچوں اور املاک کی پوری پوری حفاظت کی۔اور بعد میں ہندوستان سے جو مالی اور افرادی اعانت ہوتی رہی اس میں بھی رخنہ اندازی نہیں کی۔

جمعیت علماء ہند کے صدر اور دیوبند کے شیخ الحدیث مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

''جب سید احمد صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کو مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔(مولوی حسین احمد مدنی نقش حیات، ج:2، ص:۱۲)

کیا دیوبند کے شیخ الحدیث کا بیان جھوٹا ہے۔ کیا انہوں نے کتمان حق کیا ہے یا حقیقت سے بے خبر تھے۔ اب تو اس بات میں کوئی شک نہیں رہا کہ اس وقت انگریز کے پیش نظر مسلمان اور سکھ دو بڑی طاقتیں تھیں جن سے نبرد آزمائی جان جوکھوں کا کھیل تھا۔ انگریز نے بڑی عیاری سے سید صاحب کے کام میں امداد کی تاکہ مقامی طاقتیں ٹکرا کر یا تو ختم ہو جائیں یا کمزور ہو جائیں۔ اگر ایک طاقت ختم ہو جاتی تو انگریز یکسوئی سے دوسری کو زیر کرنے کی تدبیر کرتا اور دونوں کمزور ہوتیں تو بھی فائدہ انگریز ہی کا تھا۔ مسلمان سکھوں سے ٹکرانے کے بعد مذہبی اختلاف کی وجہ سے آپس میں اُلجھے اور ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں اپنا قصہ تمام کر لیا۔ یہ مشت نمونہ از خروار چند احوال ذکر کئے ورنہ سلسلہ بہت طویل ہے۔

اب حضرت شیخ المشائخ غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی انگریز دشمنی اور انگریزوں کے ساتھ تاریخی غزوات کے احوال ملاحظہ فرمائیں۔ حافظ غلام فرید صاحب حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

''ابتداً میں آپ بے روزگاری کی وجہ سے انگریز کی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے۔ اور اس سلسلہ میں سرحدی علاقہ میں تھے ایک دفعہ آپ کے دوسرے ساتھیوں نے کہا، آیئے سیدو شریف میں ایک بزرگ رہتے ہیں ان کی زیارت کر آئیں۔ آپ جب حاضر خدمت ہوئے تو دل و جان سے قربان ہو گئے اور بیعت کے لئے عرض کیا۔ تو حضرت مولانا حافظ اخون عبدالغفور صاحب قدس سرہ نے فرمایا جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتا ہے۔ میں اس سے یہ عہد لیتا ہوں کہ انگریز ہمارا اور ہمارے دین اسلام اور ملک کا دشمن ہے۔ اس کی ملازمت نہیں کرنی جس کو یہ عہد منظور ہو وہ مجھ سے بیعت ہو سکتا ہے ورنہ نہیں اور اگر بالفرض بیعت کے بعد ملازم ہو تو میرا اس کا کوئی تعلق نہیں وہ میرا ایسا ہی دشمن ہے جیسا انگریز۔ آپ نے یہ شرط قبول کر لی اور بیعت ہو گئے اور نوکری ترک کر کے واپس وطن چلے آئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد بے روزگاری اور تنگی معاش سے تنگ آ کر دوبارہ ملازم ہو گئے اور ملازم ہونے کے بعد یاد آیا کہ میں نے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عہد کیا تھا کہ انگریز کی ملازمت نہیں کروں گا۔ جوں ہی یہ عہد یاد آیا وہاں سے بھاگے بھاگے سیدو شریف حاضر ہوئے

حضرت اخون صاحب قدس سرہ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ جا اب تو ہمارے کام کا نہیں رہا۔ آپ پندرہ روز تک خانقاہ کے باہر روتے رہے۔ پندرہ روز کے بعد آپ کا اخلاص اور سچی توبہ اور طلب حق کو دیکھ کر حضرت اخوند صاحب قدس سرہ نے بلوا کر دوبارہ اسی شرط اور عہد پر بیعت فرمایا۔ اب آپ وہیں کے ہو رہے۔ (احوال العارفین ص:۱۱۹۔۱۲۰)

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ ۱۸۴۹ء میں انگریز بکمل طور پر سابق صوبہ سرحد پر قابض ہو گئے۔ سکھوں کو شکست دی اور پشاور شہر کو اپنا دارالخلافہ مقرر کیا۔ تو حضرت غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے سوات، ملاکنڈ، بونیر، باجوڑ کے علاقوں کو بچانے اور انگریزوں کے قبضے سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے تمام وسائل اکٹھے کرنے شروع کیے۔ اس غرض کو کامیاب بنانے کے لئے پہلا قدم اُٹھایا اور پختونوں کے خاندانی اختلافات اور دشمنیاں ختم کرنے، ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے ایک مضبوط اور مستحکم لشکر تیار کرنے اور انہیں تربیت دینے کیلئے باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے وقتاً فوقتاً بہت سے جرگوں کا اہتمام کیا کہ اگر انگریز ان علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کرے، تو یہ علاقے ان سے محفوظ رہ سکیں۔ چنانچہ ایک شرعی اسلامی حکومت کے قیام کی ضرورت پیش کی، لوگوں نے آپ کی پیشکش قبول کی اور حضرت شیخ المشائخ سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں جو گھرانہ ستھانہ (ملکا) میں آباد تھا۔ اسی خاندان کے جناب سید اکبر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی امارت اور بادشاہی میں سرزمین سوات پر حضرت باباجی صاحب کی ہدایات کے مطابق ۱۸۵۰ء میں پہلی اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ سوات کا یہ پہلا بادشاہ بہت ہی قابل انسان تھا، پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا پوتا تھا، معزز گھرانے کا فرد تھا۔ اس خاندان کی شرافت نجابت اور مجاہدانہ کارناموں کا عام لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا اور یہ امید پیدا ہوگئی کہ یہ پہلی اسلامی حکومت بہت جلد کامیاب اور مستحکم ہو جائے گی لیکن ایک طرف یہ حکومت بہت نازک حالات میں قائم ہوئی تھی۔ تو دوسری طرف بہت جلد ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو جناب اکبر شاہ علیہ الرحمۃ انتقال کر گئے۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے جناب سید مبارک شاہ علیہ الرحمۃ بادشاہ بن گئے لیکن (ریاست) اجتماعی شکل اختیار نہ کرسکی۔ اور اس طرح ریاستی اُمور چند دن معطل رہے لیکن باباجی علیہ الرحمۃ نے

ایک منظم حکومت کی قیام کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔

اس دوران انگریزوں کی ریشہ دوانیاں اور فوجی اقدامات اس حد تک پہنچ گئے کہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مجبور کیا کہ انگریزوں کے خلاف ایک فیصلہ کن جہاد شروع کیا جائے۔ چنانچہ ستمبر ۱۸۶۳ء میں جب انگریزی فوج کا ایک دستہ علاقہ بونیر میں شکار کے بہانے داخل ہوا تو حضرت باباجی سوات رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور انگریز کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ اس جہاد میں قبائلی علاقوں کی تمام اقوام، قبائل، خاندانوں اور قومی عمائدین نے باباجی صاحب سوات کے جھنڈے تلے ئر کاوی اور امبیلہ کے محاذوں پر جہادی کارنامے سرانجام دیئے۔

انگریزی فوج کی کمان سابق وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چیمبرلین کے دادا بریگیڈیر جنرل سرنیول چیمبرلین کر رہے تھے۔ اور مسلمان لشکر کی رہنمائی سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کر رہے تھے۔ جس میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند جیسے لالپوری کے خان سعادت خان، نوابان دیر کے خاندان کا دادا حضرت مولانا اخوندزادہ محمد غزن خان نقشبندی، باجوڑ کے مشہور مرد مجاہد غازی عمرا خان کے دادا خان فیض طلب خان نقشبندی، حافظ سید احمد خان سلارزئی اور اس طرح اور قومی اور قبائلی سردار باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اور عام متعلقین، مریدین عام اقوام قومی لشکروں کی شکل میں دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے اس جہاد میں شامل تھے۔

ملکا کے سید مبارک شاہ علیہ الرحمۃ جو کہ سوات کی اسلامی حکومت کے پہلے بادشاہ سید اکبر شاہ علیہ الرحمۃ کے بیٹے تھے۔ وہ مولوی عبداللہ صاحب کے ساتھ نوسو مجاہدین کے لشکر کے ساتھ اس جہاد میں شامل ہوئے تھے اور اسلامی لشکر کے ایک بڑے جرنیل شمار ہوتے تھے۔

انگریز جب یہ مہم شروع کرنے والے تھے تو ان کا خیال تھا کہ بونیر، سوات اور ملاکنڈ کے تمام علاقے مکمل طور پر فتح کرلیں گے قبائلی لوگوں کی طاقت ختم ہو جائے گی اور اس کے ساتھ مجاہدین اسلام اور ان کا نیا فوجی مرکز ملکا مکمل طور پر تباہ ہو جائے گا۔ اور وہ یہ اس لئے چاہتے تھے کہ حضرت سید مبارک شاہ اور امیر المجاہدین مولانا عبداللہ نے اس بڑے مرکزی مقام ملکا سے ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی

میں انگریز کے خلاف بڑی بہادری سے جہاد کیا تھا۔ جس کی پوری تفصیل تاریخ مخزن پنجاب مطبوعہ
۱۸۷۲ء میں درج ہے۔ اس تاریخی اور سیاسی پس منظر کی وجوہات کی بناء پر سرکاوی اور امبیلہ کا جہاد
شروع ہوا تھا اور مسلمانوں کو اس مرحلہ پر بڑی حد تک کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس زمانہ کے شعراء
کرام کے مطابق یہ کامیابی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تصرفات اور کرامتوں کا ایک قابل قدر 3
کارنامہ ہے۔ میاں ولی محمد ایک پختون شاعر علاقہ چچ کیمبلپور صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور ماذون
گزرے ہیں۔ انہوں نے ایک طویل نظم میں اس جہاد کے حالات تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اس
کے علاوہ سید احمد گل مشوانی ٹھیکری ضلع ہزارہ سید اکبر شاہ آف ہزارہ حمید گل موضع ترنگڑئی علاقہ پکھلی
یا باب ڈوڈیال نے اپنی قومی نظموں میں اس جہاد کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ جس کے
آخری دو چار بیتی اشعار یہ ہیں۔

په صاحب باندې رحمت د خدائی وریږي
په غذا کی ئې مرتبه کړله څرګند
باباجی صاحب په اس باندې سوریږی
شوه نامه د سید اکبر بادشاه بلند
په لندن کې فرنګیان ترینه یریږی
په سرکاوئی باندې په اوشوله ناپسنده
د باجوړ ځلمی په دې واړه شول تمام
نورې لښکرې ورله راغلې له قاشقاره
د لښکرو سره مل دی فقیران
یوسفزئی کله ویریږي له دې جنګه
په بونیر کښې زورآور دی تول رندان
حکمتونه ځکه هیر شول له فرنګه

د پیر بابا پالکئی اوچته په میدان
د بشونړئی صاحب ئې هم ولاړ ترخنکه
لاس په نام زه حمید گل یمه غلام
خلقه خیر م دې موندلې له دلباره

ترجمہ: اس جہاد کے دوران بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برس رہی ہے۔ اس جہاد میں ان کے مرتبہ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا۔ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو رہے ہیں۔ جناب سید اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بلند ہوا لندن میں فرنگی بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ڈر رہے ہیں کیونکہ سرکاوئی کے مقام پر انگریزوں کا بہت برا حال ہوا۔ باجوڑ کے تمام جوان جام شہادت نوش کر گئے۔ تو قاشقار سے تازہ دم مجاہدین جہاد کے واسطے پہنچ گئے۔
بابا جی صاحب کے لشکر کے ساتھ فقرا شامل تھے۔ اقوام یوسف زئی اس جنگ سے کب ڈرنے والے ہیں۔ بونیر میں بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ جتنے بھی فریق شامل ہیں۔ سب کو اللہ تعالیٰ نے قوت عطا کی ہے۔ اس لئے فرنگیوں کی تمام چالیں اور حکمتیں رائیگاں ہو گئیں۔ اس جہاد میں پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ (۱) کی پالکی میدان جنگ میں سب سے اوپر ہے۔ اور بشونڑئی بابا جی (۲) بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم رِکاب جنگ لڑ رہے ہیں۔ میں حمید گل دست بستہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا غلام ہوں اور اے لوگو میں نے بابا جی کے دربار سے خیر پائی ہے۔

ایک طرف ہندوستان پنجاب سرحد کی انگریزی فوج تھی۔ جن کے ساتھ توپ خانہ بھی تھا، مختلف پلاٹون تھیں۔ جنکا شمار 10 ہزار سے زائد تھا۔ تو دوسری طرف بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ قومی لشکر تھا اور مسلمان غازیوں کے ساتھ اسلحے اور ساز و سامان کا یہ حال تھا جس کا اندازہ احمد گل صاحب کی نظم سے لگایا جا سکتا ہے۔ مسلمان غازیوں کی اس بے سروسامانی کی حالت میں سُرکاوئی اور امبیلہ کے محاذوں پر جنگ ہوئی یہ

(۱) مشہور زمانہ چشتی بزرگ غوث الزمان سید علی غواص شہنشاہ خراسان پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۹۱ھ۔

(۲) مشہور زمانہ بزرگ جو کہ حضرت سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ تصوف میں چوتھے نمبر پر شیخ طریقت ہیں۔ المتوفی ۱۱۹۸ھ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے شمال کی جانب چار کلومیٹر کے فاصلے پر موضع بشونڑئی میں مزار مبارک ہے۔

مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو شروع ہوئی اور ۲۷ دسمبر ۱۸۶۳ء تک جاری رہی۔ جہاد کے دوران باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے جرگہ اور مشورہ کا مقام امبیلہ تھا۔ جہاں پر اپنے معمر مریدین اور قبائلی سرداروں کیساتھ جہاد اور روزمرہ کے پیش آنے والے حالات اور واقعات کے بارے میں صلاح اور مشورہ کرتے۔ اسی جرگہ کے مقام پر ریاست سوات کی جانب سے ایک پکی مسجد بنی ہوئی ہے جو کہ بونیر کی طرف پکی سڑک پر اسی مقام پر واقع ہے۔ اس جنگ میں انگریزی فوج کو بڑا مالی اور جانی نقصان پہنچا تھا۔ بہت زیادہ افسران قتل اور زخمی ہوئے۔ انگریزی فوج کا جرنیل چیمبرلین بھی اس میں زخمی ہوا تھا۔ اور دوسری طرف بہت سے مجاہدین بھی شہید ہو گئے تھے۔ جہاد کے دوران سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی جو سب سے بڑی کرامت ظاہر ہوئی اور آج تک مشہور ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت انگریزی فوج سرکاوی سے گزرتی ہوئی امبیلہ پر حملہ آور ہوئی اور باباجی صاحب جس مورچہ میں خود تشریف فرماتے تھے۔ وہاں تک انگریزی فوج پہنچ گئی اور مسلمان غازیوں کے لشکر کو پیچھے کی طرف دھکیلنے لگے۔ عین اسی وقت زہریلی مکھیاں بھڑیں انگریزی فوج پر نمودار ہو کر چھا گئیں، اور انگریزی فوج کو پیچھے کی طرف بھاگنے پر مجبور کیا، جس میں بہت سے کفار مر گئے۔ اس افراتفری میں اکثر بھڑوں کے کاٹنے سے حواس باختہ ہو گئے تھے اور بہت سے بڑی بڑی پہاڑی چٹانوں سے نیچے گر کر جہنم کے گھاٹیوں میں گر کر مر گئے۔

اس واقعہ کے بعد انگریزی لشکر بونیر آنے میں تو کامیاب نہ ہوئے مگر حملہ کے راستے ملکا تک آئے۔ وہاں پر مجاہدین اسلام کے مرکزی مقام ملکا کے باہر چند مکانات نذر آتش کئے اور لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ ہمارا مقصد بونیر پر قبضے کا نہ تھا بلکہ ملکا کو تباہ کرنا تھا۔

اس تاریخی جنگ کے بعد سوات باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں انگریزوں نے سوات، بونیر اور ملاکنڈ کے علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کی البتہ کئی بار ایسی کوششیں کیں کہ کسی نہ کسی شرط پر صاحب سوات کے ساتھ صلح کی جاوے لیکن آپ ہر بار انکار کرتے رہے اور آخر دم تک جہاد کی تیاری کا ارادہ ظاہر فرماتے رہے۔

وصال مبارک

باباجی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کی تمام عمر دین اسلام کی تبلیغ مخلوق خدا کی ظاہری اور باطنی اصلاح، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور شریعت اسلام کی پیروی پر لوگوں کو جمع کرنے اور پختون قبائل کی غیر شرعی رسم ورواج ختم کرنے میں گزر گئی اور بالآخر ۷ محرم الحرام ۱۲۹۵ھ جمعۃ المبارک صبح صادق بمطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء اس فانی دنیا سے سفر اختیار کر گئے۔

(۱) آصف خان مرزا نے اپنی تصنیف تاریخ ریاست سوات پشتو ایڈیشن پرانا میں تاریخ وصال ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء بمطابق ۷ محرم ۱۲۹۵ھ درج کی ہے، صفحہ: ۱۰۷۔

(۲) آصف خان مرزا کی تصنیف کا اردو میں جو ترجمہ کیا گیا ہے اس میں یہ تاریخ وصال ۲ جنوری ۱۸۷۷ء بمطابق ۷ محرم ۱۲۹۵ھ درج ہے، جوکہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، صفحہ نمبر: ۷۶۔

(۳) سید امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف تذکرہ میں تاریخ وصال ۷ محرم ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء درج کی ہے، صفحہ: ۱۵۷۔

(۴) جناب فضل الرحمن فیضان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی منظوم کلام میں تاریخ وصال ۷ محرم ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء درج کی ہیں، صفحہ نمبر: ۴۰۔

(۵) رواج نامہ سوات نامی مجموعہ احکامات والی صاحب میں جو فہرست تعطیلات درج کی گئی ہیں اس میں ۷ محرم کو یوم وصال باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی تعطیل اور ۱۲ دسمبر یوم تاجپوشی والی صاحب کی تعطیل بدست فضل الرحمن فیضان دستخط شدہ والی صاحب درج ہے۔

(۶) جبکہ عبدالحلیم اثر افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف روحانی ترّون میں تاریخ وصال ۱۸ محرم ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء درج کی ہے۔ اور دلیل میں میاں ولی محمد صاحب نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر جو مرثیہ لکھا تھا اس کے آخری اشعار درج کیے ہیں۔

پهٔ اتلسم(۱۸) د محرم ورځ د جمعې وخت صبحدم
یغُفرهُ (۱۲۹۵) سن وو د ماتم صاحب چې پرېښود دا مکان

ترجمہ: ماہ محرم الحرام کی اٹھارہ تاریخ جمعۃ المبارک کے دن صبح صادق کے وقت آپ کے ماتم

کا سال یغفرہ ۱۲۹۵ھ ہے جبکہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فانی مکان چھوڑ دیا۔ (یہ بھی کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور خلفاء نے انگریزوں کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ حضرت سعد اللہ خان المعروف سرتور فقیر خلیفہ حضرت سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ، پیر صاحب مانکی شریف حضرت مولانا شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ ہڈے شریف افغانستان، آپ کے مشہور مرید اور خلیفہ سید فضل واحد المعروف حضرت حاجی صاحب ترنگزئی تمام عمر انگریز کے خلاف مصروف جہاد رہے بلکہ حضرت حاجی صاحب ترنگزئی نے تو اپنے پیر صاحب سے بیعت بھی میدانِ جہاد میں کی تھی۔ انگریز کے ہندوستان سے رخصت ہونے تک یہ جہاد جاری رہا۔ جس کی تفصیل پیر صاحب مانکی شریف پیر صاحب ہڈی شریف (ہڈے) حاجی صاحب ترنگزئی کی سوانح حیات میں درج ہے۔

ہندوستان کی تقسیم سے پہلے جب صوبہ سرحد کے ادغام کے بارے میں ریفرنڈم کا فیصلہ ہوا تو جو ہستی قائداعظم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے میدان جہاد میں اتری۔ وہ ہستی حضرت شیخ امین الحسنات رحمۃ اللہ علیہ ولد حضرت عبدالرؤف المعروف ثالث صاحب رحمۃ اللہ علیہ ولد حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ المعروف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ولد حضرت شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمۃ المعروف مانکی باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھی۔ جنہوں نے سابق صوبہ سرحد کے کونے کونے میں طوفانی دورے کئے۔ عوام کو ریفرنڈم میں پاکستان کے بارے میں اپنا ووٹ استعمال کرنے اور ہندو بنئے اور ہندو نواز لوگوں کی مکاریوں کے بارے میں وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ نتیجتاً لوگوں نے بھاری تعداد میں پاکستان کے حق میں اپنا ووٹ استعمال کیا اور صوبہ سرحد پاکستان کا حصہ بن گیا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو آج یہ صوبہ سرحد ہندوستان کا حصہ ہوتا۔ جگہ جگہ ہندوؤں کے بھجن بجتے۔ ہر مسجد کے مقابل ایک مندر ہوتا۔ سکولوں میں تلاوت کلام پاک اور دعاؤں کی جگہ بندے ماترم کے مشرکانہ ترانے بجتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ اور بزرگانِ دین خصوصاً بالخصوص حضرت شیخ المشائخ غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تذکرہ ہذا

کا فیضان ہے کہ ہم ہندوؤں مشرکوں سے آزاد فضاء میں سانس لے رہے ہیں۔ یہ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس آزادی کی کس طرح قدر کرتے ہیں اور جن کی برکت سے ہمیں آزادی ملی ہے اُن کی کتنی قدر کرتے ہیں کسی نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

اولیاء کا ہے فیضان۔ پاکستان پاکستان

پاکستان بننے کے بعد بھی بزرگان دین کی پاکستان کی تعمیر وترقی کیلئے کوششیں جاری رہیں۔ آزادی کشمیر کی جنگ میں سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اور مریدین نے بھرپور حصہ لیا۔ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مداح رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حاجی الحرمین فخر کشمیر حضرت حاجی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ المشائخ ترنگزو باباجی خلیفہ شیخ نجم الدین ھدٰی صاحب علیہ الرحمۃ خلیفہ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کے ساتھ جہاد کشمیر میں شامل ہوئے۔ اور ایسی بہادری سے لڑے کہ ہندوؤں کو کشمیر سے پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ اگر کافرقوتوں کی مکاری اور سازشیں نہ ہوتیں تو آج پورا کشمیر پاکستان کا حصہ ہوتا۔ بہر حال آج موجودہ آزاد کشمیر آپ کی جہادی کوششوں کی وجہ سے آزاد ہے اور پاکستان کیساتھ شامل ہے۔ اب حکومت پاکستان کی اپنی باقاعدہ فوج ہے۔ جو پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی نگرانی احسن طریقے سے سرانجام دے رہی ہے۔ لہٰذا پہلے کی طرح جدوجہد کی ضرورت تو نہیں لیکن بوقت طلب و ضرورت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے تمام وابستگان اور دیگر اہلسنت کے خواص وعوام سب لوگوں سے قربانی دینے میں اول ہوتے ہیں۔

یہاں سے نام نہاد خوارجی جہادیوں کا یہ اعتراض باطل ہوا کہ اہلسنت وجماعت کے افراد محض جلسے جلوس کرتے ہیں، یہ لوگ جہاد نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ قوم وملت سے جہاد کے نام پر کثیر چندہ وصول کر کے تم لوگوں نے کس کافرقوت سے کتنا علاقہ خالی کرایا ہے؟ قبضہ کیا ہے؟ بلکہ دراصل میں عوام سے چندے بٹورنے کے بعد ان رقوم کو اپنی مذہبی جماعتوں کو فروغ دینے اسلحہ خریدنے پر صرف کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

❁❁❁❁❁

آپ کے مناقب اور محاسن

مناقب غوثیہ نامی کتاب میں مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا جی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کے جو محامد و محاسن جن مختصر اور جامع الفاظ میں بیان کی ہیں۔ اس سے ان جلیل القدر روحانی پیشوا کی روحانیت اور عرفان روحانی جلال و جمال کا اندازہ اچھی طرح لگایا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

(۱) **دوام صوم:**۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔

(۲) **دوام ذکر:**۔ آپ کا دل اور روح ہر وقت حالت بیداری اور خواب میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتے۔

(۳) **دوام خلوت:**۔ چہرہ مبارک پر چادر پڑا رہتا تھا۔ اگر لوگوں کیساتھ تشریف فرما ہوتے جلوت میں ہوتے، تب بھی روحانی خلوت آپ کو حاصل ہوتی۔

(۴) **دوام وضو:**۔ ہر وقت باوضو رہتے، جب وضو ٹوٹ جاتا، فوراً تازہ وضو فرماتے۔

(۵) **دوام ربط:**۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہر وقت اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار کے ساتھ رابطہ حاصل تھا۔ اسے اصطلاح میں دوام بسط بھی کہتے ہیں، اس مقام میں ایک صوفی کو ہر وقت دربار رسالت میں حضوری نصیب ہوتی ہے۔ رابطہ قائم ہوتا ہے۔

(۶) **دوام نفی خواطر:**۔ دل میں جو رنگ بہ رنگ خیالات بجلی کی تیزی کی طرح گزرتے ہیں، انہیں خواطر کہتے ہیں۔ یعنی دل میں گزرنے والے خیالات یہ نفس اور شیطان کے عمل ہوتے ہیں۔ صوفی کو جب اپنے نفس پر قابو حاصل ہو جاتا ہے تو اسے ان خیالات پر قابو پانے میں طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے دل و دماغ میں فاسد خیالات نہیں گزرتے۔ حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے خلفاء تھے اور فکر کے طریقے میں صاحبان ارشاد تھے ان کی خصوصی تعریفات میں ایک خصوصیت اور بڑی تعریف یہ تھی کہ جو کوئی بھی ان کی مجلس میں داخل ہوتا۔ اس کے دل میں بھی پریشان و پراگندہ خیالات آنا بند ہو جاتے۔ ساری توجہ ایک اللہ تعالیٰ کی طرف مبذول ہو جاتی۔

(۷) **دوام اعراض عن الانام:** ۔یعنی کسی بھی حالت میں بھی مخلوق کیساتھ تعلق نہ رکھنا اور اپنی پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف لگانا اور مخلوق سے خالق کی طرف منہ پھیرنا۔

(۸) **دوام قلت طعام:** ۔روز و شب کم خوارک کھانا، روایت ہے کہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مبارک اتنی کم خوراک کھاتے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

(۹) **دوام سکوت:** ۔شب و روز چپ رہتے۔سوائے اس کے کہ جب مریدوں کو تلقین عوام کو وعظ ونصیحت اور مہمانوں کے ساتھ ضروری باتیں کرنی ہوتیں۔

(۱۰) **دوام تجدید وضو:** ۔ہر نماز کے لئے لازماً نیا وضو فرماتے۔اگرچہ اس وقت آپ باوضو ہوتے۔

(۱۱) **دوام نوافل بہ قیام:** ۔نفلی نماز بہ حالت قیام ادا فرماتے۔رمضان المبارک میں ہر رات دس پارے قرآن مجید سنتے۔اس کیلئے یہ قاعدہ مقرر تھا کہ چھ پارے بیس رکعت تراویح میں قیام کے دوران سنتے اور چار پارے تسبیحات کے درمیان بیٹھے بیٹھے سنتے۔

مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

(الف) تمام رات بیٹھے بیٹھے گزارتے، لیٹتے نہیں تھے۔رات کو نہیں سوتے اگر ضعف کا غلبہ ہوتا تو تکیہ لگاتے۔دن کو قیلولہ فرماتے لیکن قیلولہ کے دوران پاؤں پھیلا کر نہ سوتے بلکہ پاؤں سکیڑتے اور ایک پہلو پر لیٹتے۔

(ب) سفید کپڑے پہنتے، سفید کپڑے کا سات گز عمامہ سر پر باندھتے آخری عمر میں آنکھوں کی نظر بہت کمزور ہوگئی تھی۔نماز کے لئے جاتے وقت اپنے مریدوں کے کندھوں پر ہاتھ ڈال کر جاتے۔

(ج) دائم الکشف تھے اور کشف بھی وہ جو خصوصیت کیساتھ مرتبہ غوثیت میں ملتا ہے۔حضرت باباجی صاحب سوات کو یہ مرتبہ قادریہ طریقہ کے فیوضات کے سلسلے میں حضرت غوث الاعظم میران محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نائب کی حیثیت سے حاصل تھا۔یہ وہ مقام

ہے، جسے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور قصیدہ خمریہ کے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِاللّٰہِ جَمْعاً　　کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِ

ترجمہ:۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو ایسا دیکھا کہ جیسا رائی کا ایک دانہ ہوتا ہے۔

یہی کیفیت غوث الزمان سید و باباجی کی تھی۔ جتنے لوگ بھی آپ کی خانقاہ مبارک میں حاضر ہوتے۔ ہر ایک کے دل میں جو بھی سوال پیدا ہوتا۔ حالانکہ وہ آدمی سلام کیلئے جیسے ہی حاضر ہو تا کہ باباجی صاحب اپنے مریدوں سے فرماتے کہ آواز لگاؤ کہ فلاں ملک، فلاں علاقے کا فلاں بندہ آجائے جب وہ بندہ آتا تو اس کے عرض کرنے سے پہلے اس کو جواب عطا فرماتے۔

اس سلسلہ میں مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ:

"موضع طورو کا حسن خان نامی ایک آدمی آیا۔ باباجی صاحب کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ باباجی صاحب نے چادر اپنے چہرہ مبارک پر ڈالی ہوئی تھی۔ آدمی نے عرض کی کہ جناب مجھے پہچانا نہیں، باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تجھے جانتا ہوں۔ تمہارا نام حسن خان ہے، باپ کا نام عبداللہ خان ہے، دادا کا نام جلال خان ہے، پردادا کا نام فتح خان ہے۔ طورو کے رہنے والے ہو۔ اگر چاہو تو مزید شجرہ ذکر کروں تو اس کام کے لئے آیا۔ فلاں فلاں تیرے ساتھی ہیں۔"

(د) جو لوگ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کیلئے گھر سے جس نیت کیساتھ نکلتے۔ ان کی نیت مطابق ان کی قدر و منزلت فرماتے۔

(۱) دنیا کے طالب لوگ:۔ اس قسم کے لوگ چاہے غریب ہوتے۔ چاہے مالدار سب کے لئے ایک قسم کی دعا فرماتے۔ امیر و غریب کا کوئی فرق روا نہ رکھتے۔

(۲) صرف ملاقات کے لئے آنیوالے لوگ:۔ ان لوگوں کیساتھ محبت فرماتے، زیادہ توجہ فرماتے۔ اس کے خانقاہ مبارک پہنچنے سے پہلے خادم آواز لگاتے، اس آدمی کا نام پکارتے اور اپنی ملاقات کا شرف بخشتے۔

(۳) طالبان مولا: ۔ اس قسم کے لوگوں کے حال پر ظاہری اور باطنی توجہ فرماتے ۔ اور معرفت اور طریقت کے فیوضات سے سرفراز فرماتے ۔ اس سلسلہ میں حضرت لالا جی صاحب بام خیل، ضلع صوابی سے روایت ہے کہ حضرت بابا جی صاحب سوات ''صاحب اللفظ'' بزرگ ہیں اور ''سیف'' زبان یعنی جو بات بھی آپ کے منہ مبارک سے نکلتی وہ سچی ثابت ہوتی ۔ چنانچہ اس ملک میں ایسے بے شمار لوگ موجود ہیں کہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں جو بات کی ہے ۔ آج تک وہ لوگ اس طرح اچھے یا برے ہیں اور یہ اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ:

''مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ''

ترجمہ: جو اللہ کے ہو جاتے ہیں اللہ ان کا ہو جاتا ہے ۔

ضلع مردان میں گنبت نامی گاؤں ہے ۔ اسی گاؤں کی ایک مسجد میں ایک عظیم الشان تالاب ہے ۔ تالاب کیا ہے، مچھروں کی افزائش نسل کا ایک مرکز ہے ۔ اسی گاؤں میں ایک دوسری مسجد اُونچائی میں آباد ہے ۔ اسی مسجد کے لوگ آئے اور بابا جی صاحب سے عرض کی کہ بابا جی صاحب ہماری مسجد تشریف لائیں ۔ اس مسجد کے ساتھ تالاب میں جو بے حساب مچھر ہیں ۔ اس سے آپ کو تکلیف ہوگی ۔ بابا جی صاحب نے فرمایا ''بے شک اس تالاب میں مچھر بہت ہیں لیکن فرق نہیں پڑتا یہ کاٹتے نہیں'' وہ اور آج کے دن تک سو سال کا زمانہ گزر گیا ۔ گنبت نامی گاؤں کے خان محمد حسن خان مرحوم کی مسجد کے ساتھ اسی تالاب کے مچھروں نے کسی کو نہیں کاٹا'' مردان کے اماز وگھڑی سے گنبت نامی گاؤں تک راستہ جاتا ہے ۔ کوئی تسلی کرنا چاہے تو جا کر گاؤں کے بڑے بوڑھوں سے تصدیق کر سکتا ہے اور وہ مچھر خود دیکھ سکتا ہے ۔ یہ ایک زندہ کرامت ہے ۔ (یہ کتاب جس کا حوالہ ہے ۔ ۱۹۶۵ء میں چھپی ہے ۔ یعنی اب تک تقریباً ۷۵ سال کا عرصہ گزر رہا ہے) ۔

بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں دینی اور علمی بحثیں بھی ہوتیں اور آپ دینی مسائل کے جوابات تحقیقی شکل میں دیتے ۔ ایک دن کسی نے سوال کیا کہ تسمیہ اللہ تعالیٰ کے ناموں پر روا ہے کہ نہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء دو قسم کے ہیں: ذاتی اور صفاتی ۔ ذاتی ناموں پر تسمیہ بغیر اضافت

عبودیت کے روانہیں اور صفاتی اسماء جیسے رحیم، کریم۔وغیرہ پر تسمیہ جائز ہے۔مگر اسے مصغر کرنا روا نہیں جیسے کریم کی جگہ کریمے، کریمک، کریموں وغیرہ کہنا روانہیں۔باباجی صاحب درس بھی دیتے۔ بڑے بڑے علماء آتے اور تبرک کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بعض کتب پڑھتے۔بعض طلبا جب فارغ التحصیل ہوتے تو دستارِ فضیلت باندھنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ انہیں اپنے مبارک ہاتھوں سے دستار باندھتے۔اس طرح علم اور علماء کی سرپرستی فرماتے۔اور سچی بات تو یہ ہے کہ جتنے علماء آپ کے دور میں ہو گزرے ہیں آج تک اتنے علماء پیدا نہیں ہوئے۔

حضرت العلامہ شیخ القرآن والحدیث مولانا فضل سبحان قادری بانی و مہتمم دارالعلوم قادریہ مردان نے مورخہ ۱۲-۱۰-۲۰۱۶ بروز منگل یوم عاشورہ برمزار غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ دورانِ تقریر اس باب کے مناسب ایک واقعہ ذکر فرمایا، جسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دوران حیات آپ کی عظیم الشان مسجد کیساتھ دارالعلوم کے طلباء کے لئے لنگر کا انتظام بھی تھا۔لیکن طلباء نزدیک کے گھروں سے پرانے رواج کے مطابق کھانا بھی مانگ کر لاتے۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے گھر سے جو دوپہر کا کھانا آتا آپ وہ طلباء کو تملیک کرتے اور ان سے گھروں سے مانگے ہوئے چند ٹکڑے لے کر تناول فرماتے۔ایک دفعہ ایک طالب علم نے پوچھا کہ ”باباجی صاحب آپ ایسا کیوں کرتے ہیں کہ اپنے گھر کا نفیس طعام ہمیں دیتے ہیں اور ہمارا کھانا جس میں ہر قسم کا لذیذ، بدمزہ سب قسم کا سالن ہوتا ہے، خود کھالیتے ہیں۔“ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”دیکھو بیٹا بات یہ ہے کہ ہمارے گھر میں جو کچھ بھی پکتا ہے۔ہم اس میں بہت احتیاط کرتے ہیں کیونکہ مسئلہ سارا رزق کا ہے کہ اندر اگر رزق حلال گیا تو روحانیت آسکتی ہے۔اور اگر اندر ایک لقمہ بھی مشکوک چلا گیا تو روحانیت نہیں آتی۔ہم اپنے گھر کے کھانے میں بہت احتیاط کرتے ہیں لیکن بتقاضائے بشریت ہوسکتا ہے کہ ہمارے گھر کے آٹے میں، نمک میں، دال ساگ میں اگر کوئی مشکوک چیز چلی گئی ہو۔اسلئے میں اپنی روٹی جو میری ملکیت ہے تمہیں تملیک کر دیتا ہوں تو تملیک سے حکم بدل جاتا ہے۔علماء جانتے ہیں کہ میری وہ روٹی جو میرے لئے مشکوک ہے۔وہ میں تمہیں بطور تملیک دے دیتا ہوں۔تمہارے لئے وہ حلال طیب ہوجاتی ہے۔

تمہاری روٹی میں اس لئے کھاتا ہوں کہ تمہاری روٹی میں دو تملیکیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ گھر والے اپنی روٹی تمہیں تملیک کر دیتے ہیں۔ وہ روٹی اگر گھر والوں کے لئے مشکوک ہے تو تمہارے لئے طیّب اور حلال ہے۔ پھر آپ وہ روٹی مجھے تملیک کر دیتے ہو تو اگر اس میں آپ کے لئے کوئی شک وشبہ ہے۔ تو میرے لئے وہ حلال وطیب ہے۔ اسلئے میں حلال وطیب رزق کھاتا ہوں۔'' ان بزرگانِ دین نے رزق کے معاملے میں بہت احتیاط کی ہے۔

❁❁❁❁❁

سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات

''پہلے ایڈیشن میں صفحہ 44 تا 47 میں سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات ذکر کی گئی تھیں۔ اب بعض احباب کی فرمائش پر جناب فضل الرحمٰن فیضان متوفی 1987ء کی کتاب ''سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ'' میں درج کرامات جو منظوم شکل میں پشتو زبان میں ہیں۔ اُردو زبان میں ترجمہ کر کے نثر کی حالت میں ذکر کی جاتی ہیں البتہ جو کرامات میں نے پہلی کتاب میں لکھی ہیں۔ دوبارہ فیضان صاحب کی کتاب سے نہیں لکھیں۔''

کرامت نمبر ۱:۔

حضرت شیخ دین محمد المعروف شیخ صاحب شکر پورہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹ ذی الحج ۱۳۶۶ھ فرماتے تھے کہ میرے مرشد ارشد حضرت شیخ مولانا نجم الدین صاحب المعروف ہڈے ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہا ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا کہ ''غوث کی کیا شناخت ہے؟'' حضرت اخون صاحب سوات نے فرمایا کہ ''اس کوٹھے کی چھت میں جو لکڑیاں پڑی ہوئی ہیں اگر غوث فرمادے کہ ایک لکڑی سونے کی ہے اور ایک چاندی کی ہے تو ایسے ہی ہو جاتا ہے۔ ہم نے جب چھت کی طرف دیکھا تو ایک لکڑی سونے کی تھی اور ایک چاندی کی تھی۔ مگر فوراً آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ کہہ دے کہ یہ لکڑیاں ہی ہیں۔ تو وہ لکڑیاں ہوتی ہیں۔ جب ہم نے دیکھا تو لکڑیاں ہی تھی۔ تو ہم سمجھ گئے کہ انجناب مقام غوثیت پر فائز ہیں۔ (تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، صفحہ نمبر: ۱۵۷)

کرامت نمبر ۲:

ملک شام کا ایک باشندہ جس کا نام عبداللہ تھا غربت کی وجہ سے اپنے ملک سے کسی دور دراز ملک جانے کی نیت سے روانہ ہوتے وقت اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ میں محنت مزدوری کے لئے جا رہا ہوں۔ آپ کے لئے میں دو سال کی میعاد مقرر کرتا ہوں یہ تاریخ یاد رکھو، اگر میں واپس نہیں آسکا۔ آپ کو اجازت ہے۔ کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر سکتی ہو وہ اپنے گھر سے رخصت لے کر ہندوستان آیا۔ اور

بمبئی میں محنت مزدوری کرنے لگا۔ دن رات گزرتے گئے، یہاں تک کہ دو سال کی مدت ختم ہونے لگی۔ جس کے وجہ سے پریشان اور سرگردان پھرنے لگا۔ ہر وقت اپنے ساتھ فریاد کرتا چوں کہ ان دنوں میں متحدہ ہندوستان تھا۔ نیز تمام ہندوستان میں سیدو باباجی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کا چرچا تھا۔ آپ کی ولایت اور بزرگی کا شہرہ ہر گاؤں اور شہر میں ہو چکا تھا۔ کسی نے عبداللہ کو مشورہ دیا کہ کسی نہ کسی طریقے سے سیدو شریف پہنچ کر باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنی مشکل عرض کرو۔ الغرض عبداللہ بمبئی سے سوات پہنچ گئے اور اپنی ساری مشکل باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی اور یہ بھی بتایا کہ میعاد میں ایک دن باقی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے واسطے میری مشکل حل فرمائیں۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے لنگر سے کھانا کھاؤ اور تسلی رکھو کہ اللہ تعالیٰ بہتر انتظام فرمائے گا۔ عبداللہ صاحب کھانا کھانے کے بعد پھر رونے لگا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ اس مہمان کو منگورہ شہر لے جاؤ اور کسی گلی میں اس کو چھوڑ کر تم سب واپس آجاؤ۔ مریدین اسے لے کر منگورہ روانہ ہوئے۔ اور ایک راستہ میں اسے اکیلا چھوڑ کر واپس چلے آئے اچانک رات کی تاریکی پھیل گئی۔ اس تاریکی میں بجلی چمکنے لگی۔ عبداللہ بجلی کا نظارہ دیکھنے میں مشغول ہوئے۔ یہ بجلی عبداللہ کے ارد گرد تھوڑی دیر کے لئے گھومنے لگی۔ جس سے عبداللہ بے ہوش ہوگئے۔ اور اپنے آپ سے بے خبر مدہوش پڑے رہے۔ جس وقت ہوش میں آئے تو خود کو اپنے گھر میں موجود پایا۔ ارد گرد ان کے عزیز و اقارب بیٹھے تھے جو آپ کے اچانک آنے پر حیران تھے۔ عبداللہ نے جب خود کو گھر اور اقارب میں دیکھا تو کہنے لگے کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ یا بیدار ہوں۔ والدہ اور بیوی کہنے لگے کہ تم حالت بیداری میں ہو اب ہمیں اصل حقیقت بتاؤ۔ عبداللہ نے تمام ماجرا اور باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرمات کے تمام واقعات بتائے۔ جسے سن کر شام کے لوگ حیران رہ گئے اور باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے نادیدہ عاشق بن گئے۔

عبداللہ نے چھ سال کے بعد اپنی بیوی اور والدہ سے کہا۔ کہ ہمیں واپس باباجیؒ کے پاس جاکر اپنی باقی عمر ادھر گزارنی چاہیے کیوں کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ولی اللہ ہیں، چناں نچہ تینوں افراد مع بال بچوں کے اپنے وطن سے سوات روانہ ہوئے۔ آخر کار سوات پہنچ گئے۔ اور سیدو شریف میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمت میں رہنے لگے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار سے خوشحال اور خدمت میں سرشار ہوتے رہے۔ روزانہ نزدیکی پہاڑی سے لکڑیوں کا گٹھا لنگر کے لئے لاتے آخر عمر تک سیدو شریف میں مقیم رہنے اور بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بجالاتے رہے آخر کار سیدو شریف میں فوت ہو کر دفن ہوئے آپ کی قسمت میں آخری مٹی سیدو شریف کی لکھی ہوئی تھی۔ اور سیدو شریف کے بڑے مقبرہ، نزد سنٹرل جیل آپ کا مزار مبارک ہے۔

کرامت نمبر ۳:

مردان شہر کی چھاونی میں ایک انگریز کپتان تعینات تھا۔ اس نے اس غرض ومقصد سے ایک منصوبہ بنایا کہ بابا جی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کو کسی شاطرانہ چال یا دولت سے انگریز کا ہم نوا بنایا جائے تاکہ ملاکنڈ ڈویژن کے علاقہ میں راستے کی کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ اس غرض سے اس نے اپنا حُلیہ اور لباس اس طرح تبدیل کیا کہ اس کا پہچاننا مشکل ہو گیا کہ یہ انگریز ہے یا مسلمان۔ اپنے ساتھ سونے کی اینٹ لے کر سوات روانہ ہوا۔ سوات پہنچ کر سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں رہنے لگا۔ مسجد میں ہر وقت ذکر وفکر میں مشغول رہتا اور موقع کے انتظار میں بھی۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں ہر وقت لوگوں کا ہجوم ہوتا۔ آخر کار ایک رات بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو اکیلے پایا کہ وہ اپنے خلوت خانہ سے باہر تشریف لے آئے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز سے فرمایا۔ اے شیخ اٹھو ذرا باہر ندی کی طرف چلنا ہے۔ میں وضو توڑتا ہوں۔ تو میرے ساتھ چل۔ فرنگی نے جب بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات سنی تو بہت خوش ہوا۔ اور کہا بابا جان میں تابعدار ہوں، چلو چلتے ہیں۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے جب وضو توڑا (پشتو اصطلاح میں وضو توڑنا پیشاب کرنے کو کہتے ہیں)۔ تو انگریز سے کہا کہ مجھے ایک ڈھیلا دے دو۔ انگریز نے جب زمین سے ڈھیلا اٹھا کر بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو دیا۔ تو وہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک میں سونے کا بن گیا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے سونا پھینک کر فرمایا، ڈھیلا دے دو۔ انگریز نے دوبارہ ڈھیلا دیا تو وہ بھی بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں سونا بن گیا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر فرمایا مجھ ڈھیلا چاہیے۔ سونا نہیں تیسری بار جب انگریز نے مٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ سونے کے بڑے بڑے ٹکڑے بن چکے تھے۔ انگریز جان گیا کہ میں نے یہ غلط کام

کیا ہے اور غلط اندازہ لگایا ہے۔ باباجیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے تو ہر جگہ سونے کی کانیں بھری پڑی ہیں۔ انگریز جب اپنے کئے پر دل میں پشیمان ہوا تو باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز سے کہا ''فقیر اور درویش لوگ سونے سے دھوکہ نہیں کھاتے جو لوگ اللہ جل جلالہ کے ہوجاتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ ان کا ہوجاتا ہے'' پھر ان کے لئے دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی۔ فقیر لوگ مال سے دھوکہ نہیں کھاتے جا مردان اپنی چھاؤنی واپس چلا جا، فرنگی انگریز ناکام و نامراد واپس روانہ ہوا۔ اور جا کر اپنے بڑوں کو یہ خبر پہنچائی کہ سوات کے اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمہارے دام میں پھنسنے والے نہیں، تم لوگ بے کار کوشش اور تگ ودومت کرو صاحبزادہ رحیم الدین صاحب نے یہ واقعہ خود انگریز سے سن کر بیان کیا ہے۔

کرامت نمبر۴:

مینگورہ شہر کے ایک ہندو کے پیٹ میں مستقل درد رہتا۔ بہت علاج کروایا لیکن بے سود رہا۔ آخر کار باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی تکلیف کا قصہ بیان کیا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''تمہارا علاج آسان بھی ہے اور مشکل بھی''۔ آسان اس طرح کہ گائے کا گوشت کھانا ہے۔ اور مشکل اس طرح کہ تمہارا دھرم تمہیں اجازت نہیں دیتا۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ گائے کا گوشت کھاتے ہو یا تکلیف برداشت کرتے ہو۔ ہندو نے یہ سنتے ہی کہا کہ یہ کام تو مجھ سے نہیں ہوسکتا اور باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہوکر جانے لگا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے میاں گل عبدالحنان کی گلی سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ میاں گل صاحب کے حجرہ میں گائے ذبح ہوئی ہے اور لوگ گوشت ٹکڑے کرکے کوئی بھون کر کھا رہے ہیں۔ کوئی ویسے پکا رہے ہیں ہندو نے سوچا کہ اس تکلیف سے نجات کے لئے بغرض علاج اگر گوشت کھالوں تو کیا مضائقہ ہے اس پر میاں گل صاحب نے اس ہندو کو بھنا ہوا گوشت دیا۔ جو اس ہندو نے فوراً کھالیا۔ کچھ دیر کے بعد ہندو رفع حاجت کے لئے گیا تو سانپ جیسا لمبا اور موٹا کیڑا پیٹ سے نکل آیا۔ کیڑا نکلتے ہی آرام آیا۔ اور صحت یاب ہوگیا اس واقعہ سے متاثر ہوکر وہ ہندو مسلمان ہوگیا۔ اس طرح جسمانی علاج کے ساتھ روحانی علاج بھی ہوگیا۔ اور بقول صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ اسے شفائے کاملہ نصیب ہوئی۔

کرامت نمبر ۵:

مردان طورو کے ایک بڑھئی جس کا نام محمد عالم تھا باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد میں لکڑی کے کام کے لئے آیا اور یہاں پر بہت محنت سے کام کرنے لگا۔ مسجد کی تعمیر کے لئے ایک شہتیر جنگل سے لایا گیا۔ بڑھئی کا بیان ہے کہ یہ شہتیر بہت خوب صورت اور موزوں تھا۔ لیکن اندازے سے کچھ کم تھا۔ اور ایک دیوار سے دوسری دیوار تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے بارے میں باباجیؒ کو اطلاع دی گئی۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے اور یہ شہتیر اپنے عصا مبارک سے ناپنے لگے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عصا کو شہتیر کے ساتھ لگایا اور جدا کر کے فرمانے لگے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں نے اچھی طرح نہیں رکھا ہے اب دوبارہ رکھ کر دیکھو لوگوں نے یہ شہتیر دوبارہ دیواروں پر رکھا تو اس نظارے کو دیکھنے والے لوگوں نے دیکھا کہ یہ شہتیر دوسری دیوار سے دو گز آگے نکلا ہوا ہے۔ یہ خبر جب اطراف ملک میں پھیلی تو سب تعجب کرنے لگے اور اس شہتر کو دیکھنے کے لئے جوق در جوق آنے لگے اور کرامات ولی کامل کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرتے۔

کرامت نمبر ۶:

مولانا حفیظ اللہ صاحب روای ہیں کہ ایک شخص باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا آکر باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ اپنے ساتھ گھر سے کچھ روپے لے کر آیا ہوں۔ قبول فرما کر لنگر کے خرچ کے لئے داخل کر دیں تا کہ مجھے ثواب حاصل ہو۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اپنے روپے پاس رکھیں اس کے متعلق مزید بات نہ کریں۔ جا کر ہندوؤں کے بامبڑوں کو دیدیں تجھ کو ہم اندھے دکھائی دیتے ہیں۔ اس اثنا میں ایک دوسرا آدمی آیا۔ اور ایک روپیہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ جسے باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے قبول کر کر کے لنگر میں داخل فرمایا۔ لوگ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرز عمل پر حیران رہ گئے اور باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھنے لگے کہ یہ کیا ماجرا تھا۔

باباجیؒ نے فرمایا کہ اس آدمی کو ڈاکوؤں نے گھیرا تھا۔ اس کی فریاد پر میں نے اس کو ڈاکوؤں سے رہائی دلائی اور اس طرح یہ ڈاکوؤں کے ظلم وزیادتی سے بچ گیا۔ اب یہ مجھے اس کے بدلے رشوت دینا

CS CamScanner

چاہتا ہے میں حرام خور نہیں ہوں اسلئے وہ روپے میں نے نہیں لئے ۔اور دوسرے آدمی نے بغیر کسی لالچ کے مجھے ایک روپیہ دینا چاہا۔ جو میں نے منظور کیا حاضرین مجلس یہ سن کر خوش ہوئے اور باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرنے لگے کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کرامات کے اسرار سے واقف ہیں اور مظلوموں کو چوروں اور ڈاکوؤں سے نجات دلاتے ہیں۔

کرامت نمبر ۷:

سید و باباجی رحمۃ اللہ علیہ جس طرح علم باطنی میں کامل انسان تھے ۔اسی طرح علم شریعت میں بھی تمام علوم وفنون پر دسترس حاصل تھی اور طلبا کو علم دین کا درس خود دیتے ۔یہی وجہ تھی کہ آپ کے تمام خلفاء علم ظاہری و باطنی کے شہسوار ہوا کرتے تھے ۔آپ کی خدمت میں جہاں ایک طرف طلباء طریقت کے اسباق میں مشغول ہوتے تو دوسری طرف ہند بھر سے اور افغانستان سے آکر علم دین سیکھتے۔

اسی طرح ایک دن آپ اپنے مریدوں کو درس دینے میں مشغول تھے ۔کہ ایک جھینگر دیوار سے اوپر نیچے بڑی بیتابی سے آتا جاتا رہا اس کے ساتھ ساتھ زور زور سے آواز بھی نکالتا رہا باباجی رحمۃ اللہ علیہ جھینگر کی یہ حالت دیکھ کر مسکرانے لگے حاضرین درس نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے جھینگر اور آپ کے مسکرانے کے متعلق استفسار کیا تو باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ اس جھینگر کے لئے کابل افغانستان سے دلہن آرہی ہے۔ یہ جھینگر خوشی سے آوازیں لگا رہا ہے کچھ دیر کے بعد افغانستان سے علم دین کے طلباء باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ان کے ساتھ کتابوں کے بستے بھی تھے جو انہوں نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کھولے۔ بستے کے بیچ میں سے ایک مادہ جھینگر نے جست لگائی اور باہر نکل کر دوسرے جھینگر کے ساتھ دیوار پر چڑھ گئی ۔یوں دونوں ایک دسرے کے ساتھ مل کر ازدواجی بندھن میں منسلک ہوئے اور لوگوں پر باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ظاہر ہوئی۔

کرامت نمبر ۸:

موضع رزڑ کے مولانا حسن الدین کا بیان ہے کہ ایک فعہ میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سوات سے ملاقات کی غرض سے سوات کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں ملاکنڈ سے سوات کی طرف پہاڑ سے نیچے اترا

تو کچھ لوگوں کو مشکوک انداز میں باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ جو ملا کنڈ کے پہاڑ سے میرے پیچھے بری نیت سے لگے ہوئے تھے۔ میں نے قیاس سے معلوم کیا کہ یہ ڈاکو ہیں جو مجھے لوٹنا چاہتے ہیں میرے قریب آکر مجھ سے پوچھنے لگے کہ ملا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ یہاں رُک جاؤ ہمیں تم سے ایک ضروری کام ہے میں نے جواب دیا کہ میں سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضری کے لئے جا رہا ہوں۔ تم لوگ مجھے کیا کہنا چاہتے ہیو۔ جب میرے منہ سے سیدو باباجیؒ کا نام سنا تو ڈاکوؤں نے ایک دم مجھے چھوڑ دیا اور میرے ساتھ مزید کلام بدتمیزی اور چھیڑ چھاڑ سے باز رہے۔ جس سے مجھے اطمینان اور سکون حاصل ہوا۔ جب میں سیدو شریف پہنچا اور سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں داخل ہوا۔ تو باباجی رحمۃ اللہ علیہ میرے ساتھ بغلگیر ہوئے۔ پیر کامل نے فرمایا۔ اچھا ہوا کہ تم ڈاکوؤں سے امن میں رہے اور یہاں صحیح سلامت پہنچ گئے۔ میں نے کہا کہ یہ سب کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل اور آپ کی توجہ اور دعا ہے۔

سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ اپنے وظائف ہمیشہ پڑھتے رہو تا کہ ہر ظالم کے ظلم سے بچے رہو۔ میری توجہ مسافروں کی طرف ہوتی ہے تا کہ میں ان کو ڈاکوؤں سے محفوظ رکھ سکوں۔ جو لوگ یہاں آئیں وہ بغیر کسی خطرے کے اپنا سفر جاری رکھ سکیں۔ یہ سب چشم دید واقعات ہیں جو باباجی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سوات سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔

کرامت نمبر ۹:

ارباب عبدالمجید خان رہائشی برتھ کال پشاور بیان کرتے ہیں کہ میں ابتداء میں بہت غریب تھا۔ تنگ دستی خواری وزاری میری قسمت میں تھی۔ میں سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں برائے دعائے خیر حاضر ہوا اور باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مصروف ہوا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے وضو کے لیے کوزہ میں پانی بھر کر پیش کرتا۔ اس طرح اس خدمت میں چھ مہینے گزر گئے ایک دن ایک دوسرے مرید نے پہل کر کے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پانی کا کوزہ پیش کیا۔ میں کھڑے دیکھتا رہا کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ اس کوزے سے وضو فرما رہے ہیں۔ جس وقت باباجی رحمۃ اللہ علیہ وضو سے فارغ ہوئے۔ میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تم واپس اپنے گھر چلے جاؤ اور ادھر مزید نہ رکنا۔ میں نے محسوس کیا کہ میری خدمت منظور نہیں ہوئی۔

اس لئے مجھے واپسی کا حکم دے رہے ہیں چونکہ کہ میں نے آج کوزہ پیش کرنے میں سستی کا مظاہر کیا ہے۔ سو دوسرا مرید مجھ پر سبقت لے گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے ناراض ہیں جبھی تو مجھے رخصت دے رہے ہیں پس میں نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت طلب کی جو باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے خوشی سے دے دی۔ سیدو شریف سے اپنے گھر مغموم واپس ہوا۔ گھر پہنچ کر تھکا ماندہ چارپائی پر لیٹ گیا۔ ایک ہفتہ گھر میں رہنے کے بعد میرے چچا جو بہت بیمار تھے فوت ہوگئے۔ انہوں نے اپنے پیچھے کثیر مال وجائیداد چھوڑی۔ چونکہ ان کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ چچا کی تمام میراث کا میں حقدار تھا۔ اسلئے مال وجائداد کا میں مالک بن گیا۔ میری نیستی ہستی میں بدل گئی۔ اس طرح میں نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا صلہ پایا۔ میں اپنے گاؤں کا ارباب بن گیا بلکہ نواب بن گیا یہ سب باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کا اثر تھا۔ جو میں اپنا مدّعا پانے میں کامیاب ہوا۔

ارباب صاحب کچھ عرصہ بعد دوبارہ سیدو شریف آئے اور ان کے ہم راہ دو بیٹے بھی تھے۔ سب باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ باپ بیٹے باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات پر بہت خوش ہوئے ارباب صاحب نے لنگر کے لئے تین ہزار روپے نذر کئے اور دو بار برادر اونٹ بھی جن پر لنگر کے لئے سامان لایا جاتا تھا۔

ارباب صاحب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اپنے دماغ سے اربابی اور غرور کا نشہ اُتار کر باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لگ جاؤ اور عام لوگوں کی طرح خدمت کرو، تاکہ ہمیں مزید عزت نصیب ہوجائے۔ وہ اپنے بیٹوں کو جنگل سے لکڑیاں لانے کے لئے بھیجتے اور خود پانی کی مشک بھر بھر کر لاتے جو لنگر کی دیگوں میں ڈالتے رہتے باباجی رحمۃ اللہ علیہ انکی خدمت کو ملاحظہ فرماتے۔ انکا خلوص باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر واضح ہوگیا۔ پھر ان تینوں کو طلب فرمایا اور دعائے خیر کے ساتھ ان کو اپنے گاؤں رخصت کیا۔ جس وقت انگریزی فوج بونیر پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہی تھی تب پشاور کے ہر رئیس نے انگریز کی مالی امداد کی تھی۔ سوائے اُن ارباب صاحب کے جنہوں نے انگریز کی کوئی مالی امداد نہیں کی ایک دن ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں پشاور کے تمام رئیس جمع تھے۔ ہر طرف سے بات چیت جاری تھی کہ ڈی سی پشاور نے سیدو

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حقارت آمیز لہجہ میں کچھ بات کی۔ یہ ارباب صاحب اٹھے اور انگریز ڈی سی کے منہ پر ایسا زبردست طمانچہ مارا کہ وہ اپنی کرسی سے اوندھے منہ گر پڑا اور بے ہوش ہو کر کچھ دیر زمین پر پڑا رہا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو مکر و فریب سے ارباب صاحب کے نزدیک آیا۔ اور کہا کہ مجھ سے یہ گستاخی ہوئی ہے۔ مجھے معافی دیدو ڈی سی کی اس پشیمانی پر ارباب صاحب نے بھی معذرت کی معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ یہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ ارباب صاحب کو اللہ تعالیٰ نے مال دولت جاگیر سے بھی نوازا اور ڈی سی کے ساتھ یہ معاملہ کرنے کے بعد ڈی سی ارباب صاحب کے خلاف کچھ کارروائی بھی نہ کر سکا۔

کرامت نمبر ۱۰:

الحاج فضل الرحمن فیضانؔ بیان کرتے ہیں کہ چترال کے ایک مولانا صاحب جن کا نام مفتی ہدایت اللہ ہے اور موضع چمرکن کے باشندے ہیں۔ ہر سال سیدو شریف آتے ہیں اور سیدو شریف میں ایک دو دن کیلئے میرے مہمان ہوتے ہیں۔ اس طرح ۱۲ فروری ۱۹۸۴ء کو میرے ہاں مہمان تھے۔ ایک رات اور ایک دن رہے انھوں نے مجھے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت سنائی کہ میرے پردادا صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت خلوص سے حاضر ہوئے اپنے ساتھ اعلیٰ قسم کے انار بھی لائے جو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کئے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اناروں پر اپنے دست مبارک پھیرے۔ اور ان میں سے چند علیٰحدہ کئے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے جو انار علیحدہ کیے تھے وہ بھی بہت سرخ اور خوبصورت تھے۔ میرے پردادا کو واپس کیے اور "فرمایا کہ یہ واپس لے جاؤ یہ باقی کافی ہیں" میرے پردادا نے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس میں کیا راز ہے کہ یہ انار مجھے واپس کر دیئے۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ انار آپ کے باغ کے درختوں کے نہیں کسی دوسرے کے ہیں۔ آپ کے انار میں نے منظور کیے اور دوسرے نامنظور میرے پردادا نے کہا کہ یہ تو میرے اپنے انار ہیں اور میں نے خود درخت سے توڑے ہیں۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر فرمایا۔ کہ "جا کر تحقیق کرو یہ تمہارے درخت کے نہیں"۔ میرے پردادا بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہو کر اپنے گھر آئے حقیقت حال معلوم کی تو

CS CamScanner

پتہ چلا کہ پردادا کے باغ کے متصل ایک دوسرے آدمی کا باغ ہے، اس باغ سے ایک شاخ ہمارے باغ کی طرف نکلی ہوئی تھی۔ جو ہمارے باغ کی ایک شاخ کے ساتھ اس طرح لپٹی ہوئی تھی کہ امتیاز کرنا مشکل تھا۔ میرے پرداد کو جب معلوم ہوا تو باباجیؒ کی مومنانہ فراست اور کرامت کے قائل ہوگئے۔ فرمانے لگے کہ واقعی یہ دوسرے آدمی کے باغ کے انار تھے۔ جو غلطی سے توڑے گئے۔ چترال کے لوگ یہ واقعہ سن کر بہت متاثر ہوئے کہ باباجی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ واقعی صاحب کرامات ہستی ہیں۔ سیدو شریف پر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان اور فضل ہے کہ اس سرزمین پر آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔

کرامت نمبر ۱۱:

سیدو شریف کا ایک باشندہ جس کا نام آدم خان تھا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت ادب سے عرض کرنے لگا کہ میں آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ پہلے لوگوں کے آپ پر جو حقوق ہیں وہ ادا کریں۔ تم پر جو قرض ہے اور مقبوضہ زمین ہے وہ واپس کر کے آؤ پھر آپ کو بیعت کریں گے۔ آدم خان نے واپس آ کر تمام حقوق ادا کر دیئے۔ اور یہ میل کچیل خود پر سے دور کیے۔ اس کام میں آدم خان کو بہت نقصان بھی ہوا۔ لیکن طلب صادق تھی اس لئے خسارے کی کوئی پروا نہیں کی۔ دوبارہ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اب کی بار وہ بیعت کے لئے مطمئن تھا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آدم خان تو پہلے مجھ سے علم ظاہری حاصل کرو پھر بیعت ہوگی۔ اس طرح باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بغدادی قاعدہ سے سبق شروع کرایا۔ یہاں تک کہ قرآن شریف ناظرہ سے ختم کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ شریعت کے ضروری مسائل بھی پڑھائے۔ اس طرح آدم خان تمام شرعی اور فقہی مسائل کا عالم بن گیا۔ اور عربی کی کتاب پڑھ اور سمجھ سکتا تھا۔

ایک دن باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دو خوانین کے درمیان ایک اہم مقدمہ پیش ہوا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعۃ المبارک کا دن فیصلے کے لئے مقرر فرمایا۔ خوانین کا یہ فیصلہ بہت پیچیدہ اور مشکل

تھا۔ آسانی سے حل ہونے والا نہ تھا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے آدم خان کو طلب کیا۔ مقدمہ کے متعلق تمام اُمور سے آگاہ کیا، مطلب سمجھایا۔ اور فقہ کی دو کتابیں دے کر نشان لگائے کہ یہ کتابیں غور سے پڑھو اور اس کا بہ نظرِ عمیق مطالعہ کرو۔ آدم خان نے عرض کی اس پر میرا عمل ہے اور آپ کے نظر کرم سے اس مسئلے کا حل نکل آئے گا۔ آدم خان کتابیں پڑھنے کے لئے باہر چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد واپس آکر باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ تمام مقامات کو غور سے پڑھا ہے۔ تمام مقامات کو اچھی طرح سے سمجھ گیا ہوں۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے آدم خان یہ فیصلہ تو ہی کرے گا۔ دورانِ فیصلہ عبارت کا تلفظ نہ کرنا باقی جو بھی فیصلہ ہو وہ حقیقت اونچی آواز سے بیان کرنا۔

چنانچہ جمعۃ المبارک کے دن سوات کے بہت سارے لوگ بمع خوانین و ملکان جمع ہوئے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فیصلہ آدم خان کرے گا اور سنائے گا۔

آدم خان کو حکم دیا کہ فریقین کے درمیان جو فیصلہ ہے وہ سناؤ۔ آدم خان نے ہاتھ میں کتابیں لے کر اٹھائیں اس کے اردگرد لوگ صف درصف بیٹھے ہوئے تھے۔ ہر فریق کے علماء فیصلے کی تحقیق اور اعتراض کے لئے جمع تھے۔ آدم خان نے فیصلے کے متعلق گفتگو شروع کی اور ایسے کمال سے بنیادی فیصلہ سنایا کہ سب کی تسلی ہوئی ہر فریق کو فیصلہ سنایا تو تمام فریق خوانین اور ملکان مطمئن اور راضی ہو گئے۔ اس فیصلے سے تمام علماء حیران رہ گئے اور تعجب کرنے لگے کہ یہ تو ایک ان پڑھ آدمی تھا۔ اس نے کیسے یہ مشکل مسئلہ حل کیا۔ یہ سب باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ ان پڑھ سے قاضی بنادیا۔ بعد میں یہ آدم خان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ اور ماذون ہوا۔

کرامت نمبر ۱۲:

ضلع صوابی کے کوٹہ نامی گاؤں کے مولانا مطلب راوی ہیں کہ ایک دفعہ میں برائے دعا سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی صحت بہت خراب ہے اور ضعف غالب ہے ان حالات میں بھی باباجی رحمۃ اللہ علیہ اگر میری دستار بندی اپنے دستِ مبارک سے فرمائیں تو بہت اچھا ہوگا۔ چونکہ نیا دستار خریدنے کی میری استطاعت نہیں تھی۔ اس لئے اپنا پرانا دستار

اتار کر دھولیا۔ تا کہ اس پرانے دستار سے میری دستار بندی کریں میرا خیال تھا جمعۃ المبارک کے دن جمعہ پڑھنے کے بعد بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کی محفل میں حاضر ہو کر مدعا بیان کروں گا۔ اس سے پہلے میری بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی نہ ہی میں نے اپنے آنے اور نہ ہی ملاقات کی اطلاع کسی کو دی تھی۔

جب جمعۃ المبارک کا دن آیا اور بابا جی رحمۃ اللہ علیہ ایک ستون کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ اردگرد سب ملاقات کرنے والے اور مریدین بیٹھ گئے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے عبرت اور نصیحت کی باتیں شروع کیں۔ علم باطنی اور علم ظاہری کے اسرار و رموز سمجھانے لگے۔ ہر کوئی بڑے غور سے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنتا رہا۔ پھر آپ نے آواز دی کہ کوٹے ملا کہاں ہے۔ لیکن کسی نے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو جواب نہیں دیا۔ دوسری بار بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے آواز دی۔ جب کسی نے جواب نہیں دیا۔ تو تیسری بار بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اونچی آواز سے فرمایا کہ کوٹے ملا میرے پاس آجائے۔ اس کے بعد میں بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا کر ادب سے بیٹھ گیا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ پھر تمام مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ آج میں اس مولانا صاحب کی دستار بندی کرنے والا ہوں۔ تا کہ یہ مجھ سے راضی ہو اور خوشی سے اپنے گاؤں کو یہ روانہ ہو جائے۔ یہ اس کے دل میں ارمان ہے۔ جو پورا ہو جائے پھر خدا خبر کہ یہ ملاقات کے لئے حاضر ہو جائے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک مرید خلوت خانہ بھیج دیا کہ جا کر خلوت خانہ سے ایک تھان ململ کے کپڑے کا لائے۔ مرید جب خلوت خانہ سے تھان لے کر آیا۔ تو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ایک عمامے کا کپڑا کاٹ کر الگ رکھ دیا۔ اور کوٹے "ملا" کے سر سے پرانا عمامہ اتار کر نئے کپڑے سے دستار بندی فرمائی۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے دستار بندی فرما کر مبارک باد دی۔ اس تقریب دستار بندی میں بہت سارے علماء، شیوخ اور عام لوگ شامل تھے۔ مولانا مطلب کوٹے ملا کے دل کا مدعا پورا ہوا۔ اور یہ دن اس کے لئے روز عید کی طرح پُرمسرت ثابت ہوا۔

کرامت نمبر ۱۳:

برسوات درشخیلہ نامی گاؤں کا ایک آدمی بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں فریادی ہوا اور بابا جی رحمۃ اللہ علیہ

سے کہنے لگا کہ ایک خان نے میری جائداد پر قبضہ کیا ہے۔ میں مولوی ہوں اور وہ بااثر اور زورآور ہے۔ اس کے ظلم سے تمام دنیا باخبر ہے۔ میری زمین زبردستی غصب کی ہے۔ مجھے اس کا کوئی علاج نظر نہیں آتا۔ اس لئے آپ کے دربار تک فریادی بن کر آیا ہوں۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو مولوی صاحب کے حال پر رحم آیا۔ اور اس خان کے نام ایک خط تحریر کیا۔ جس میں مولوی صاحب کے ساتھ انصاف اور جائیداد واپس کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ جس وقت مولوی صاحب اپنے گاؤں درشخیلہ واپس پہنچے تو وہ خان اپنے گاؤں کے باہر ایک بڑے پتھر پر بیٹھا ہوا تھا مولوی صاحب نے اس بدخو خان کو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ خط دیا خان نے جب باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا خط پڑھا۔ تو وہ سنگدل مولوی صاحب سے کہنے لگا کہ سیدو باباجیؒ ہمارے کام میں کیوں دخل اندازی کر رہے ہیں سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے کہو کہ اپنی اخونی کرو اور ہم پختون زورآور ہیں۔ ہم خانی کریں گے پختونوں کے رسم ورواج اور ہمارے کاروبار سے کنارہ کش ہوجاؤ۔ مقبوضہ زمین کسی بھی صورت میں پختون واپس نہیں کرتے اور نہ ہی اس میں سفارش قبول کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کا سر چلا جائے۔

مولوی صاحب دوبارہ سیدو شریف آیا۔ اور باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو سب صورت حال سے آگاہ کیا باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ یہ خان ظالم ہے میں اب اس میں کیا کرسکتا ہوں اللہ تعالیٰ اس پر عالم ہے مولوی صاحب باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے ناامید واپس ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ چاردن کے بعد خان اسی پتھر پر بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے بندوق سے فائر کرکے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ خان مرگیا۔ اور اس طرح زمین خودبخود مولوی صاحب کی ملکیت میں دوبارہ آگئی۔

کرامت نمبر ۱۴:

حافظ عبدالمجید ممرزئی چارسدہ روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحبزادہ صاحب سے میں نے خود سنا ہے کہ ایک دفعہ میں اپنے دادا کے ساتھ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی مجھ پر نظر پڑی۔ تو میرے سر پر ایک ٹوپی رکھ دی۔ دعائیں بھی دیں کیوں کہ ہم تو دعا کے لئے گئے تھے۔ پھ میرے دادا نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ قربان جاؤں

سر گنجا ہے ابھی بچپنے کی عمر ہے کہ اس کے سر پر دوائیوں کی سفید پٹیاں پڑی ہیں ایک نسخہ ایسا چاہیئے کہ یہ ٹھیک ہو جائے سر کھجانے سے نجات مل جائے باباجیؒ نے سن کر فرمایا۔" کہ اس کے سر کے لئے نسخہ تمہارے گھر کے آنگن کی مٹی ہے۔ باقی کسی نسخہ کی ضرورت نہیں کیوں کہ آپ کے گھر کے آنگن میں حضرت حافظ محمد عمر صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ عمرزئی شریف نے قدم رکھے ہیں اور کئی صبح وشام اس گھر میں گزارے ہیں حافظ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ صاحب بہت بڑے ولی اللہ ہو گزرے ہیں اور ہمارے دادا پیر ہیں"۔ (سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ شیخ شاہ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حافظ محمد عمرؒ عمرزئی شریف) کہتے ہیں کہ جس وقت ہم باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہو کر عمرزئی شریف پہنچ گئے۔ میرے دادا میرے سر پر گھر کے آنگن کی مٹی پانی میں بھگو کر ملتے رہتے۔

ایک ہفتہ کے اندر اندر میرے سر کا گنجا پن ختم ہوا اور پٹیوں سے نجات مل گئی۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ علم طلب حاصل نہیں کیا تھا لیکن مریض جس طرح بھی بیمار ہوتے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ سب کو ایسا نسخہ بتاتے کہ وہ مریض صحت یاب ہو کر شفائے کاملہ پاتا۔

کرامت نمبر ۱۵:

مولانا اسماعیل آف طورو مردان راوی ہیں کہ میری طالب علمی کا زمانہ تھا۔ میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سوات سے حصول دعا کیلئے سیدو شریف گیا۔ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد میں مقیم تھا۔ ایک دن عصر کے وقت چار بجے کے قریب باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلوت خانے سے ایک آدمی باہر نکلا اور مسجد میں اعلان کیا کہ تمام لوگ باخبر ہو جائیں کہ ڈاکو اور چور آئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا تمام لوگ بیدار رہیں اور غفلت نہ کریں چنانچہ تمام لوگوں نے جاگ کر رات گزاری اور کسی نے نیند نہیں کی باہر چوکیدار بھی پہرہ دیتے رہے اور یوں وہ رات خیریت سے گزر گئی اس طرح پورا ہفتہ خیریت سے گزر گیا۔ دوسری جمعرات کو پھر ایک آدمی نے اعلان کیا کہ تمام لوگ پھر بیدار رہیں چور ڈاکو پھر آئے ہیں وہ شب جمعہ پھر لوگوں نے جاگ کر گزاری اور چوکیداری شروع کی رات کی تاریکی میں چور ڈاکو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے میاں گل عبدالحنان کے مکان کے قریب چوری کی نیت سے جمع ہوئے اور مکان کی مشرقی

دیوار کی طرف سے نقب لگا کر چڑھنے کا منصوبہ بنانے لگے۔ اس طرح ایک چور دیوار پر چڑھنے میں کامیاب ہوا تاکہ گھر کے حال احوال معلوم کرے لیکن جیسے ہی اس نے سر دیوار کے اوپر اٹھایا کہ اچانک گھر سے اس پر فائر ہوا فائر کے ساتھ چور سر کے بل دیوار سے گر کر مر گیا۔ دیگر ساتھی یہ صورتحال دیکھ کر بھاگ گئے یوں چوروں ڈاکوؤں کا منصوبہ ناکام ہوا۔ یہ سب بابا جی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سوات کی کرامت اور فراست تھی۔ چوروں کا آنا آپ کو بذریعہ کشف معلوم ہو جاتا اور یوں اسکی پیش بندی فرماتے۔

کرامت نمبر ۱۶:

صاحبزادہ صاحب تورڈیری شریف فرماتے ہیں کہ میں برائے حصول علم سیدو شریف گیا ہوا تھا۔ سیدو بابا جی کی جامع مسجد میں دیگر کتب کے ساتھ کتاب ''مولوی'' بھی پڑھ رہا تھا۔ یہ کتاب میرے لئے بہت مشکل تھی۔ کتاب میرے ہاتھ میں تھی یہ مشکل کتاب میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ اس سوچ میں طبیعت بہت پریشان تھی کہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ میرے قریب تشریف لائے اور میرے قریب رک گئے مجھے فرمانے لگے کہ کیا مشکل ہے میں نے کہا کہ کتاب کے تمام اسباق بہت مشکل ہیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں یہ سن کر بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دونوں دستِ مبارک میرے سینے پر ملے اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی فرمائے، ہر مشکل مقام آسان فرمائے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں پوری مہارت عطا فرمائے۔ اور ''مولوی'' میں آپ کو بصیرت عطا ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل اور پیر کامل کی دعا سے کتاب کی تمام مشکلات میرے لئے آسان ہو گئیں۔ اس کتاب کے اسباق میں، میں بہت مشاق ہو گیا اور تمام کتاب پر یقین کے ساتھ عبور حاصل کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کتاب میں نے تصنیف کی ہو اللہ پاک نے اپنے فضل سے میری مشکل حل کی۔ میرے ذہن کو سو فیصد بڑھایا۔ ''مولوی'' نامی کتاب میں میں اتنا ماہر ہوا اور مشکلات پر قادر ہوا کہ اس کتاب پر میں نے ایک شرح لکھی جس کو تمام علماء نے بہت پسند کیا۔ اور سینکڑوں طلباء مجھ سے یہ شرح پڑھتے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی دعائے خیر تھی جو مجھے حاصل ہوئی تھی۔

CamScanner

کرامت نمبر ۱۷:

سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ حیات میں سوات میں پشتو کا رسم و رواج جاری تھا۔ ہر گاؤں کے خوانین کی اپنی ہی حکومت ہوتی۔ یہ خوانین گاؤں کے لوگوں سے زبردستی کام لیتے جسے عرف عام میں بیگار کہا جاتا تھا۔ اس کے لئے گاؤں کے غریب عوام کو مختلف ٹولیوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ اور اجتماعی بیگار لی جاتی یہ خوانین ان غریب عوام کو غلاموں کی حیثیت سے دیکھتے اور غلاموں کی طرح بیگار لیتے۔ یہ رواج تمام سوات میں جاری تھا غریب عوام بہت مصیبت میں مبتلا تھے۔

سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم اور دادا کے ساتھ جس گاؤں میں رہائش پذیر تھے اس کا نام چپڑئ تھا ایک دن گاؤں کے خان نے یہاں کے غریب باشندوں کو جنگل سے لکڑیاں اور چھوٹے بڑے شہتیر لانے کا حکم دیا۔ گاؤں کے تمام لوگ جنگل کی طرف جانے لگے تو اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم بھی شامل تھے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ آپ کی جگہ میں چلا جاؤں گا چونکہ آپ بہت بوڑھے ہیں، میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ گھر میں آرام سے بیٹھ جائیں اس وقت باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر آٹھ سال کے قریب تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور خوش بختی آپ کے ہمرکاب تھی۔ چنانچہ آپ بمع اہل قریہ جنگل تشریف لے گئے اور جنگل سے ایک بہت بڑی شہتیر جس کا ایک سرا ایک آدمی نے کندھے پر رکھا اور دوسرا سرا باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کندھے پر رکھا اور جنگل سے روانہ ہوئے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے کندھے پر شہتیر کا جو سرا رکھا ہوا تھا وہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے کندھے پر نہیں بلکہ ہوا کے دوش پر چلا آرہا تھا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے کندھے سے بالکل مس نہیں ہو رہا تھا۔ اگرچہ دیکھنے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کندھے پر معلوم ہوتا تھا۔ تمام لوگوں نے یہ منظر دیکھا خان کو بھی یہ حالت اور باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی حیثیت معلوم ہوئی تمام لوگ کہنے لگے کہ یہ چھوٹا لڑکا روحانی کمالات سے معمور ہے۔ وہ خان اس دن کے بعد آپ کے خاندان سے بیگار نہیں لیتا تھا اور نہ کوئی کام کراتا تھا تمام لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خاندان کو عزت کی نظر سے دیکھنے لگے اور معزز خاندانوں میں شمار ہونے لگے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نسب کے لحاظ سے قندھاری قوم کے صافی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے یہ ایک معزز قبیلہ ہے جس کی پہلے وضاحت کر

دی گئی ہے۔

کرامت نمبر ۱۸:

حاجی فضل الرحمان لکھتے ہیں کہ علاقہ اندلزئی دیر گاؤں اوچ کے رہائشی حاجی فضل غفار میرے پاس سیدو شریف آئے انہوں نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہتے ہیں کہ ملاکنڈ ایجنسی کے گاؤں ہیرو شاہ سپین ڈوی کے پڑوس میں بہرام ڈیری نامی ایک گاؤں ہے میں آج سے بیس سال پہلے اسی گاؤں کسی کام کے سلسلے میں گیا تھا۔اس گاؤں میں ایک معمر آدمی جو کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سوات کا بہت معتقد تھا۔ مجھے اس آدمی نے بتایا کہ ہمارے گاؤں میں پانی کی بہت تکلیف تھی ہم لوگ جندی نہر سے اونٹوں پر پانی لاتے اور اس پر گزارا کرتے روزانہ ہمیں پانی لانے کی مشقت کا سامنا تھا۔تمام گاؤں والے اسی تکلیف میں مبتلا تھے۔ہم جرگے کی صورت میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سوات چلے گئے تاکہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ ہمیں اس کا کوئی حل بتائیں یا کوئی ترکیب بتائیں یا حکم دیں کہ ہم یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں جہاں پانی موجود ہو۔ ہماری فریاد سن کر باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ لوگ صبر کریں اللہ تعالیٰ خیر کرے گا۔اور آپ سب لوگوں کو وافر پانی مہیا ہوجائے گا۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تین آدمی بہرام ڈیری گاؤں بھیج دیئے اور انہیں ہدایت کی کہ تین جگہ زمین کھودو۔تیسری جگہ جہاں پر سرکنڈے کے پودے ہیں اس کے پاس پانی نکل آئے گا جب انہوں نے زمین کھودنی شرع کی تو تیسری جگہ سرکنڈے کے پودے ہٹائے اس کے ہٹانے پر وہاں سے وافر مقدار میں پانی ابل پڑا پھر یہ ایک بڑا کنواں بن گیا اور تمام گاؤں والے یہاں سے اپنی ضرورت کے مطابق پانی حاصل کرنے لگے یہ سلسلہ تین سال تک جاری رہا تین سال کے بعد یہ پانی کم ہونے لگا یہاں تک کہ کنواں مکمل خشک ہوگیا ہم دوبارہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ گئے اور اپنی تکلیف بیان کی باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا عصا مبارک ہمارے حوالے کیا اور جرگہ والوں سے کہا کہ جمعۃ المبارک کی شب تمام غسل کریں اس کے بعد دو رکعت نفل ادا کریں اس کے بعد یہ عصا کنویں میں ڈال دیں پھر اس کنویں میں پانی زیادہ ہوجائے گا کہ پانی سے بھر جائے گا۔ہم باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عصا مبارک لے کر آئے اور حسب ہدایت عصا مبارک کو کنویں پر

مارا تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے اتنا پانی نکل آیا کہ سطح زمین تک پہنچ گیا۔ جب بھی پانی کی کمی ہوتی ہے ہم یہ عصا مبارک پانی پر مارتے ہیں پانی پھر وافر مقدار میں نکل آتا ہے۔

سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عصا مبارک ہم بہت حفاظت سے غلاف میں ملفوف رکھتے ہیں یہ ہمارے لیے تبرک کی حیثیت رکھتا ہے اور ہمیں اس سے بہت فائدہ ملتا ہے یہ سب باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے جو ہمارے علاقے والوں کو حاصل ہے۔

کرامت نمبر ۱۹:

الحاج فضل الرحمن فیضان کہتے ہیں کہ میرا ایک دوست جو مدے بابا رحمۃ اللہ علیہ کا رہنے والا ہے بہت مدت کے بعد میرے پاس ملاقات کے لئے آیا تھا ان کے ساتھ کوزہ بانڈئی کے ایک نیک انسان مولانا بخت روان باباجی بھی تشریف لائے تھے۔ اس وقت میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سوات کی کرامات کی کتاب لکھنے میں مصروف تھا۔ ان دونوں حضرات نے مجھے کہا کہ ایک کرامت جو ہمیں معلوم ہے اسے بھی کتاب میں لکھدو کہ یہ بھی باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے اور اس کتاب میں لکھنے کی ضرورت ہے۔

انہوں نے بتایا کہ صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز پڑھنے مکۃ المکرمہ جاتے تھے۔ کعبۃ اللہ میں نماز پڑھ کر پھر واپس اپنے گھر سیدو شریف سوات تشریف لاتے تھے۔ ہر صبح باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی اور یہ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ورحمت تھا ان دنوں سوات کا ایک باشندہ محنت مزدوری کے لئے حجاز مقدس گیا ہوا تھا۔ مکۃ المکرمہ میں مزدوری کی تلاش میں مارا مارا پھرتا لیکن مقدر میں جو لکھا ہوتا ہے۔ وہ سفر وحضر میں ایک جیسا ہوتا ہے وہاں بھی محنت مزدوری اور کمائی نہیں ملی، واپس سوات بھی نہیں آسکتا تھا کیوں کہ اس کے پاس رقم نہیں تھی ایک آدمی کو اس صورت حال کا علم ہوا تو اس مسافر سے کہنے لگا کہ آپ کو ایک آدمی دکھاتا ہوں۔ جو کہ نماز پڑھنے صبح سویرے آتے ہیں تمہارے واپس جانے کا علاج یہی بندہ خدا کریں گے چنانچہ نماز کے وقت جب باباجی رحمۃ اللہ علیہ صف میں تشریف فرماتھے۔ ہاتھ سے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا۔ نماز پڑھنے کے بعد وہ آدمی باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے تمام حالات سنائے اور عرض گزار ہوا کہ اب اللہ تعالیٰ کی خاطر اس

مشکل میں میری مدد کریں اور مجھے اپنے وطن پہنچائیں۔ کسی نے مجھے آپ کا پتہ دیا ہے اب میرے سفر کا بندوبست فرمائیں۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہارا وطن تو بہت دور ہے میں کیا کرسکتا ہوں یہ پرایا وطن ہے میں بھی مسافر ہوں۔ اس کعبہ مبارک تک مجھے اللہ تعالیٰ نے پہنچایا ہے اب میں وضو توڑنے کے لئے صحرا کی طرف جاتا ہوں تم ادھر بیٹھ کر انتظار کرو میں واپس آجاؤں گا اس آدمی نے کہا کہ میں بھی وضو توڑنے آپ کے ساتھ جاتا ہوں۔ چنانچہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ آگے اور یہ آدمی پیچھے روانہ ہوئے اور مکۃ المکرمہ کے شہر سے باہر نکل گئے۔ ایک مقام پر باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک سمت اور تم دوسری طرف چلے جاؤ۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف تشریف لے گئے یہاں تک کہ نظروں سے اوجھل ہوگئے اور یہ آدمی دوسری سمت روانہ ہوا۔ ایک خشک ندی کے کنارے وضو توڑنے کے لئے رک گیا یہ جگہ دراصل اس کے اپنے گاؤں کے رفع حاجت کی جگہ تھی جب رفع حاجت سے فارغ ہوا اور ارد گرد نظر دوڑائی تو سب منظر اپنے گاؤں کا دیکھا۔ چنانچہ یہ اپنے گھر کے طرف روانہ ہوا آخر اپنے گھر کے دروازہ پر رک گیا گھر کے دروازہ سے اپنے گھر کا جائزہ لیا۔ اور گھر میں داخل ہوکر اپنے اہل وعیال کو دیکھا یہ خود اور اس کے اہل وعیال سب خوش ہوئے اور اولیاء اللہ کی طاقت کے گواہ اور معترف ہوئے۔ ایک آن میں اپنے وطن پہنچ گئے اور قدرت الٰہی اور سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے یہ سب کچھ ممکن ہوا۔ کرامت اولیاء حق ہے قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور جو منکر ہو وہ گمراہ ہے۔

کرامت نمبر ۲۰:

صاحب کتاب جناب فضل الرحمن فیضان لکھتے ہیں کہ میں نے بہت سارے ثقہ راویوں سے بذریعہ صحیح سند سنا ہے کہ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں بہت سارے مریدین قطار در قطار ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ تکیہ سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے اور ذکر و تسبیح میں مشغول تھے ساتھ بہت سارے زائرین بیٹھے ہوئے تھے جو کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے آئے تھے اس دوران ایک ملنگ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار تک آیا۔ جس نے دو پلّے اپنے کندھوں پر بٹھائے ہوئے تھے جو اونچی آواز سے بھونک رہے تھے تو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین نے انہیں کہا کہ یہاں سے باہر نکلو کہیں دور چلے

جاؤ اور اور یہ کتے ہٹاؤ۔ کہاں بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا پاک دربار اور کہاں یہ نجس کتے مریدین بہت غصہ ہوئے اور اس سے جھگڑنے لگے۔

یہ شور وغل سن کر بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے مریدین کو ملنگ کے ساتھ جھگڑا کرنے سے منع کیا اور ملنگ کو اپنے خلوت خانہ کے اندر بلایا۔ چنانچہ وہ مہمان اور بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر خلوت خانہ میں محو گفتگو رہے۔ تمام مریدین وغیرہ باہر انتظار میں تھے، کچھ دیر کے بعد بابا جی رحمۃ اللہ علیہ اور ملنگ باہر نکل آئے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے دروازے تک ملنگ کو رخصت کرنے آئے ملنگ کے ساتھ معانقہ کر کے رخصت کیا۔ اور پھر واپس اپنی مسند پر تشریف فرما ہوئے۔

مریدین حضرات نے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ہم قربان جائیں یہ کیا ماجرا تھا یہ بکھرے بالوں اور پھٹے پرانے کپڑوں والا فقیر ملنگ کون تھا کہ آپ نے ان کی اتنی قدر کی بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اے راہِ سلوک سے غافلو آپ کو کیا علم ہے کہ یہ کون تھا اور کہاں سے آیا تھا تمہیں علم ہونا چاہیے کہ یہ ایک بہت بڑے ولی اللہ تھے اور مجھ سے ایک اہم مشورہ کے لئے ہندوستان سے آئے تھے یہ اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ تھا۔ تم لوگوں نے جو دو پلّے دیکھے یہ ایک نفس اور دوسرا شیطان تھا۔ جو کہ اس کے قبضہ میں تھے اور اپنے کندھوں پر اُٹھائے ہوئے تھے حاضرین محفل یہ سن کر بہت حیران رہ گئے اور بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت اور روحانی مدارج کے اور بھی معتقد ہوئے۔

کرامت نمبر ۲۱:

جناب فضل الرحمن فیضان کا بیان ہے کہ مولوی عبدالکبیر علاقہ کانٹرا کے اجمیر گاؤں کا باشندہ ہے آج کل زنگی گاؤں (جو کہ منگلتان کے قریب ہے) میں مقیم ہے میں ان سے ملنے زنگی گاؤں گیا۔ تاکہ ان سے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے متعلق معلومات حاصل کروں مولوی صاحب نے میری بہت عزت کی، حق مہمانی بھی ادا کیا نیز بابا جیؒ کی کرامات بھی بتائیں میں نے ان سے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی دو کرامات سن کر لکھ لیں پھر میں نے انہیں اشعار میں موزون کیا۔

کہتے ہیں کہ میں بچپن میں طورو گاؤں ضلع مردان میں مولانا اسماعیل صاحب کے ساتھ برائے

حصول علم مقیم تھا مولانا اسماعیل صاحب سے میں نے خود سنا ہے کہ میں سوات میں دربار عالیہ قادریہ سیدو شریف میں مقیم تھا اور باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شامل تھا، سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے اور اطراف واکناف سے بہت سارے لوگ باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے حصول علم شریعت اور طریقت کے لئے دربار میں مقیم تھے۔

سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں ایک مرید دن رات درس اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتا۔ اس مرید نے اپنے گھر میں بہت سارے مرغے اور مرغیاں پال رکھی تھیں۔ چھوٹے بڑے چوزے بھی بہت تھے ایک گیدڑ کو پتہ لگا تو ہر روز آکر مرغے مرغیاں اور چوزے کھانے لگا یہ اس کی عادت بن گئی۔ یہاں تک کہ تمام مرغے ختم ہو گئے وہ مرید باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گیدڑ کی عادت اور اپنے مرغوں کی تباہی کی ساری صورت حال ذکر کی۔ عرض گزار ہوا کہ اس آفت سے نجات دلائیں سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ جب صورت حال پر مطلع ہوئے تو اپنے مرید کے زیان پر بہت رنجیدہ ہوئے تھوڑی دیر کے لئے باباجی رحمۃ اللہ علیہ مراقبے میں چلے گئے مراقبے سے سر مبارک اُٹھایا تو وہی قاتل گیدڑ آپ کی خدمت میں حاضر تھا جسے دیکھنے کے لئے سب لوگ حاضر ہوئے باباجی رحمۃ اللہ علیہ گیدڑ پر بہت غصہ ہوئے اور فرمایا تم یہ نقصان کیوں کرتے ہو گیدڑ شرم سے سر جھکائے نیچے دیکھتا رہا اور ساتھ ساتھ آنسو بہاتا رہا۔ ملامت اور شرمندہ کھڑا لرزتا رہا۔ پھر باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے معاف کر دیا اور فرمایا آئندہ کسی کا بھی نقصان نہیں کرنا"۔ پھر باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے مریدین کے حوالے کر کے فرمایا کہ اس کو لے جا کر صحرا میں چھوڑ دو یہ اب دوبارہ کبھی مرغوں کی چوری کے لئے نہیں آئے گا۔ اور جس مرید کا نقصان کیا ہے وہ ساتھ نہ جائے کیوں کہ یہ گیدڑ پر بہت غصہ ہے ایسا نہ ہو کہ گیدڑ کو نقصان پہنچائے چنانچہ مریدین حضرات وہ گیدڑ ایک صحرا میں چھوڑ آئے وہ دن اور آج کا دن وہ گیدڑ سیدو شریف نہیں آیا اور نہ کوئی مرغ ہلاک ہوا یہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ انسان تو انسان جانور تک آپ کے مطیع اور فرمان بردار تھے۔

کرامت نمبر ۲۲:

دوسری کرامت مولوی عبدالکبیر کانٹر استاد صاحب نے یہ سنائی کہ بچپن میں، میں ضلع مردان کے

گاؤں گجرات میں برائے حصول علم مقیم تھا۔ اس گجرات گاؤں میں ایک شاعر رہتا تھا۔ جس کا نام امان اخون تھا۔ فن شاعری میں بہت ماہر تھا۔ اس شاعر نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت منظوم کی تھی جو انہوں نے طورو کے مولانا صاحب سے سنی تھی۔ اس زمانے میں ان اشعار کی "جو چہار بیت" کی صورت میں لکھے گئے تھے۔ بہت شہرت تھی اور لوگ اپنی محافل میں اسے پڑھتے۔ امان صاحب سے میں نے لکھ لی اور ان کے سامنے دوبارہ تصحیح کی۔ فیضان صاحب لکھتے ہیں کہ کانڑا استاد نے یہ کرامت مجھے سنائی جو مجھے بے حد پسند آئی اور اول سے آخر تک میں نے خوب تسلی سے لکھ لی پھر میں نے اسے منظوم کیا۔ کہتے ہیں کہ ہندوستان کا ایک سیٹھ جو کراچی شہر میں رہتا تھا۔ ان دنوں یہ تمام برصغیر ایک ملک یعنی متحدہ ہندوستان تھا۔ انگریز اس پر حکمران تھے۔ یہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے عروج کا زمانہ تھا اور آپ کا آستانہ سیدوشریف میں آباد تھا۔ یہ سیٹھ شہر کراچی کا بہت بڑا تاجر تھا اور کاروبار میں ماہر تھا۔ بہت زیادہ دولت کا مالک تھا۔ باہر کے ممالک سے تجارت کے لئے بڑے بڑے بحری جہازوں کا مالک بھی تھا۔ ایک دفعہ بحری جہاز پر ہر قسم کا سامان لادے سفر پر روانہ ہوا۔ دریا میں چند دن رات منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ جہاز کنارے نہیں پہنچا تھا۔ جزیرے تک کچھ منزل باقی تھی کہ اس دوران جہاز میں کچھ ایسی خرابی پیدا ہوئی کہ جہاز آہستہ آہستہ غرق ہونے لگا۔ الغرض جہاز ڈوب گیا اور تاجر کو ایک تختہ ہاتھ آ گیا جس پر سوار ہوا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں عاجزی سے رو رو کر دعائیں مانگنے لگا۔ بس تختہ پر سوار اپنے انجام سے بے خبر تیرتا رہا۔ یہ تختہ تیرتے تیرتے ایک جزیرہ تک پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عنایت سے جزیرے کے کنارے ایک چھوٹی پہاڑی پر رک گیا۔ سوداگر فوراً تختہ سے اتر کر پہاڑی پر آ گیا۔ اس پہاڑی پر بہت سارے انسانی ڈھانچے اور بکھری ہوئی ہڈیاں کچھ تازہ کچھ پرانی اور کچھ بوسیدہ پڑی تھیں۔ تاجر نے پہاڑی سے سمندر کی طرف دیکھا طوفان تو ختم ہو گیا تھا۔ لیکن جہاز کا کوئی نام ونشان نظر نہیں آیا۔ ان حالات سے تاجر بہت پریشان ہوا اور درپیش واقعات پر بہت غمگین ہوا۔ پھر پہاڑی سے نیچے اترنے لگا پہاڑی کے اردگرد پھرتا رہا۔ آخر یہ کہ ایک تنگ جگہ نظر آئی جہاں پانی کم تھا۔ اس نے ہمت کر کے جست لگائی اور خشکی پر آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور تھوڑی دیر میں جب اوسان

بحال ہوئے تو یہاں سے آگے نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ ایک بیابان اور جنگل نظر آیا۔ اس جنگل میں ایک دشت اور خیمہ نظر آیا اور خوشی خوشی سے اس خیمے کی طرف روانہ ہوا۔ جب خیمے کے قریب پہنچا تو ایک نیک انسان کے ساتھ ملاقات ہوئی جو خیمے کے باہر کھڑا دربان معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ بہت خوبصورت تندرست اور توانا براق بھی کھڑا تھا۔ تاجر نے اس نیک انسان کو سلام کیا اور پھر اپنی ساری سرگزشت بیان کی اور اپنی غمگین اور تکلیف دہ صورت حال ذکر کی تو دربان نے کہا کہ تو خیمہ میں داخل ہو کر صاحب خیمہ کو یہ تمام صورت حال خود سنا دے۔ الغرض تاجر خیمہ کے اندر داخل ہوا اور سب سے پہلے تمام حاضرین کو سلام کیا بعد از سلام دیکھا کہ تخت پر ایک خوبصورت ترین بندہ تشریف فرما ہے۔ جس کے رخ تابان سے سورج سے اعلیٰ تر شعلے نکل رہے تھے تخت کے پائنتی کی طرف چار نوجوان تشریف فرما تھے جو آسمان کے ستاروں کی طرح چمک رہے تھے۔ ایک نورانی صورت خوبصورت نوجوان دیکھا کہ کھڑا ہے اور آنچل کو آہستہ آہستہ سے حرکت دے رہا ہے۔ حاضرین محفل نے تاجر کے ساتھ کوئی بات چیت نہیں کی جس سے تاجر پر خوف و رعب غالب ہوا اور باہر نکل آیا۔ دربان سے دریافت کیا کہ یہ حضرات کون ہیں۔ انہوں نے تو مجھ پر کوئی توجہ نہیں کی اور نہ میرے مرض کا کوئی علاج کیا۔ دربان نے تاجر سے کہا کہ اے غم سے سرگردان بندہ سن تخت پر جو بندہ تشریف فرما ہے یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تخت کے پائنتی کی طرف تشریف فرما حضرات چہار یارانِ مصطفی ہیں اور جو نوجوان آنچل مار رہے ہیں یہ شہنشاہ بغداد غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو غریبوں، محتاجوں، ضعیفوں کے دستگیر ہیں تاجر جب اس راز پر مطلع ہوا۔ تو بے حد وحساب خوش ہوا تمام غم خوشی میں تبدیل ہوئے کہ یہاں آنا نیک فال ثابت ہوا۔ تاجر نے کہا کہ اب مجھے کچھ درکار نہیں دنیا کے ان خالی بازاروں سے اب مجھے کوئی سروکار نہیں رہا۔ حالت بیداری میں جیتے جی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمع چہار یاران نبی رضی اللہ عنہم و غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار سے مشرف ہونا بڑے نصیب کی بات ہے میرے لئے کافی ہے۔

دربان نے تاجر سے کہا کہ خیر ہے، تو دوبارہ اندر جاؤ۔ اور اپنے حالات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

میں پیش کرو۔ تاجر کو جب دوبارہ جانے کی اجازت ملی تو یہ اجازت ان کے لئے جنت ملنے کی بشارت سے کم نہ تھی۔ الغرض تاجر دوبارہ اندر داخل ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخ مبارک کے دیدار میں مشغول ہوا اور پھر بڑے ادب سے اپنے حالات عرض کئے۔ ساتھ ہی کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخ زیبا کے دیدار کے بعد یہ سب کچھ میں بھول گیا ہوں۔ جو کہ میری تمام مشکلات و تکلیفات کے لئے اکسیر ہے۔ تاجر کہتا ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے واپسی کی اجازت ملی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے یاران جان نثاران سے فرمایا کہ مدینہ المنورہ جانے کی تیاری کرو۔ میں خیمہ سے باہر نکلا دربان کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور آگے کے عجیب واقعات کا انتظار کرنے لگا۔ اور ہیبت اور رعب سے دم بخود تھا۔ اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمع چہار یاران رضی اللہ عنہم وغوث پاک رحمۃ اللہ علیہ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور دربان کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ پھر دربان سے مخاطب ہوئے کہ ''اے شیخ عبدالغفور یہ آدمی جو کہ بہت پریشان ہے اس کی ابھی ابھی خدمت کروتا کہ یہ خوش ہو جائے'' یہ فرمانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر تشریف فرما ہو کر بمع چہار یاران اور شہنشاہ بغداد کے نظروں سے غائب ہو گئے اور میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے کاموں میں حیران پریشان کھڑا رہ گیا۔

تاجر کہتا ہے کہ پھر دربان نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر ایک راستہ پر روانہ کر دیا۔ ایک چھوٹی سی چادر میرے منہ پر ڈال کر میرے منہ اور آنکھوں کو ڈھانپ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چادر کھینچ لی۔ میں نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو وہ دربان موجود نہ تھا۔ اور میں اپنے جہاز میں صحیح سلامت بیٹھا ہوا تھا۔ جہاز بھی صحیح سلامت تھا۔ اور اس پر موجود عملہ بھی صحیح سلامت تھا۔ جہاز میں تمام سامان بھی موجود تھا۔ صرف وہ ایک تختہ جس پر میں بوقت ضرورت سوار ہوا تھا موجود نہ تھا۔ تاجر جب واپس ہوا اور لوگوں کو ان عجیب وغریب حالات کا علم ہوا تو میرے پاس صورت حال کی تفتیش کے لیے آنے لگے۔ یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا اور ہر کوئی انگشت بدنداں تھا۔ جب یہ معاملہ ختم ہوا اور میں بھی اپنے معاملات سے فارغ ہوا۔ اور اس ہجوم سے فراغت ملی۔ تو میرے دل ودماغ میں یہ بات ہر وقت گردش کرنے لگی کہ جس نوجوان دربان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے بارے میں حکم دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ اے عبدالغفور اس مہمان کی

CamScanner

مناسب خدمت کرو۔ یہ عبدالغفور کون ہیں؟ اس کی تلاش میں حیران و سرگردان پھرتا رہا۔ اس نام پر ہر شہر، ہر گاؤں میں کئی افراد موجود تھے۔ یہ تاجر اس سوچ و فکر میں ہمیشہ سرگردان اور پریشان رہنے لگا۔ آخر کار کسی نے بتایا کہ آج کل دنیاوی امور میں انگریز لوگ بہت قابل ہیں۔ جس کا ان کے پاس ریکارڈ موجود ہوتا ہے تو جا کر ان سے معلومات حاصل کرو۔ چنانچہ یہ تاجر وائسرائے اور گورنر کے پاس چلا گیا۔ ان سے عبدالغفور نامی بندے کے بارے میں معلومات حاصل کیں فرنگیوں نے تاجر سے کہا کہ اس نام کے تو بہت سارے لوگ اس ملک میں موجود ہیں جو سب مسلمان ہیں۔ لیکن ہر کسی میں یہ قابلیت نہیں ہوتی۔ آج کل اس نام کا ایک عظیم انسان موجود ہے۔ جن کی بزرگی کی تمام ملک میں شہرت ہے۔ وجود کے لحاظ سے درمیانہ قدر دبلے پتلے ہیں لیکن باطن میں تنومند ہیں۔ صوبہ سرحد کے علاقہ سوات سیدو شریف میں رہتے ہیں۔ انہی کا نام نامی اخوند عبدالغفور ہے۔ اور علاقہ میں سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ تاجر کو جب علاقہ شہر اور نام کا پتہ چل گیا۔ تو واپس اپنے شہر نہیں گیا۔ بلکہ سوات روانہ ہوا۔ ان دنوں راستے دشوار گزار اور پیچیدہ تھے۔ جس وقت سیدو شریف کے قریب پہنچا بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان کے آنے کی خبر ہوئی۔ تو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں سے فرمایا۔ کہ ایک دیوانہ یہاں پہنچنے والا ہے۔ اس کو روک لو اور میرے قریب نہ آنے دینا مریدین چلے گئے اور اسے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب آنے سے روک لیا۔ اور کہا کہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ دیوانوں کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے۔ تو یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ تاجر نے جواباً کہا کہ میں ہرگز دیوانہ نہیں ہوں۔ بلکہ خوب ٹھیک ٹھاک اور فرزانہ ہوں۔ مریدین واپس بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور تاجر کی بات بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ دی۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر صحیح سلامت ہے۔ تو پھر آ کر میرے ساتھ خلوت خانہ میں ملاقات کرے۔ مریدین حضرات گئے اور مہمان کو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے خلوت خانہ تک لے آئے۔ مہمان جب بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے خلوت خانہ کے اندر داخل ہوا بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ملاقات ہوئی۔ تو بے حد خوش ہوا بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ راز کی بات یہاں کسی سے نہ کہنا یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی شفقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار بھی نصیب ہوا اور ڈوبا ہوا جہاز بھی

CS CamScanner

صحیح سلامت مل گیا۔ ساتھ چہار یارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور غوث پاک شہنشاہ بغداد کا دیدار بھی۔ یہ دیدار اربوں روپے خرچ کرنے پر بھی سستا ہے۔ یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہوا اس لیے ہمیشہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے رہو۔

تاجر نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی بہت شکریہ ادا کیا۔ خلوت خانہ میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کی۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار سے مشرف ہوا۔ اور دل میں جو وسوسے آتے رہے وہ بھی ختم ہو گئے۔ تاجر نے صدق دل سے باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور یوں باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا عاشق اور مرید بن گیا۔ پھر باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے دعاؤں کے ساتھ رخصت ہوا اور پھر دنیا سے کوئی غم و غرض و سروکار نہ رکھا۔

کرامت نمبر: ۲۳

پچھلے سال میں کوٹ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں برائے ملاقات گیا تھا۔ دوران ملاقات باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم جناب حضرت امان گل باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے علم باطنی کے حصول کے واقعات سنائے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے والد محترم نے علم باطنی کے حصول کے لیے اپنے علاقے کے بہت سے بزرگوں سے ملاقاتیں کیں۔ لیکن آپ کی تسلی نہیں ہوئی یہاں تک کہ آپ دہلی تک تشریف لے گئے تھے۔ لیکن پھر واپس آ گئے۔ واپسی کے چند روز کے بعد آپ نے خواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور جناب غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر لو میں نے کہاں کہ جناب میں تو آپ کی موجودگی میں آپ ہی سے بیعت کروں گا۔ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں اور اس اثنا میں خواب سے بیدار ہوا میں بے حد خوش تھا کہ میں نے خواب میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی۔ چند دنوں کے بعد ایک بزرگ حضرت جی محمد قبول رحمۃ اللہ علیہ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کی زیارت کے لئے آئے۔ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مجھے بلایا۔ میں نے حاضری کی اور محمد قبول باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا۔ مجھے طریقت کے اسباق بطور وظیفہ دیئے۔ اگلی شب سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے تو آپ مجھ سے اسباق نہیں لے

رہے تھے اب میرے حکم سے قبول کیے کہ نہیں۔ میں نے کہا بابا جی رحمۃ اللہ علیہ وہاں حفظ مراتب کے لحاظ سے اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی کیوجہ سے آپ سے اسباق لینے سے مانع تھا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ تو پہلے سے ہی پابند شریعت وطریقت تھے۔ صرف ولی کامل سے بیعت کی اجازت کی دیر تھی۔ جو پوری ہوگئی۔ آپ نے حسب ارشاد اپنے مرشد کے وظائف شروع کئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ درجہ کمال تک پہنچے اور آپ کے مرشد نے آپ کو خلافت عطا کی۔ آپ نے کثیر تعداد میں مخلوق خدا کو اپنے فیض سے بہرہ مند کیا۔ آپ کے روحانی کارنامے بہت زیادہ ہیں جن پر بعد میں علیحدہ بحث کی جائے گی۔

آپ کا نسبی تعلق یوسف زئی کی ذیلی شاخ متے خیل پختونوں سے ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش اندازاً 1915ء ہے۔ اور تاریخ وصال 1985ء ہے۔ حضرت امان گل بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک منگلور پل اور چار باغ کے درمیان سڑک کے کنارے موجود ہے۔ مزار پر سبز گنبد بنا ہوا ہے۔

حضرت امان گل بابا جیؒ نے اپنی حیات میں اپنے بڑے بیٹے جناب محمد پروش صاحب کو خلافت عطا کی تھی۔ اور اپنا سجادہ نشین مقرر کیا تھا۔ آپ نے علوم شریعت مقامی علماء سے اور علوم طریقت اپنے والد محترم سے حاصل کیے آج کل بقید حیات ہیں ماشاءاللہ صحت اچھی ہے۔ اور اپنی عبادت اور دینی امور بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کی دعامیں بڑی تاثیر ہے۔ عقیدت مند دعاؤں کے لئے حاضر ہوتے ہیں آپ کی پیدائش 1936ء ہے۔

کرامت نمبر ۲۴:

حضرت پیر طریقت سجادہ نشین مجذوب بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کبل صاحبزادہ معین الدین مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اخون کلی، مجذوب بابا جی رحمۃ اللہ علیہ، ہزارہ مولانا صاحب، صنوبر مولوی صاحب آف کالاکلی اور میں بھی جامع مسجد کبل بابا جی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر تھے۔ دوران محفل میاں صاحب اخون کلی سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بیان کرر ہے تھے۔ اور ایک خاص واقعہ بیان کیا۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مردان فاتحہ کیلئے گیا تھا فاتحہ کے دوران دو معمر افراد کو دیکھا جن کی

عمریں ۱۲۰ تا ۱۳۰ سال کے درمیان تھیں۔ ان معمر افراد نے اپنی سرگزشت سناتے ہوئے کہا کہ ہم انگریزی فوج کے سپاہی تھے۔ ایک دن ہمارے انگریز فوجی آفیسر نے حکم دیا کہ تم دونوں سیدو شریف جاؤ۔ اور کسی حیلے بہانے سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کردو۔ ہم حکم کی تعمیل میں سوات سیدو شریف پیدل روانہ ہوئے۔ جس وقت ہم سیدو شریف پہنچے اس وقت مسجد میں عشاء کی جماعت ہو رہی تھی۔ چنانچہ ہم بے وضو جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھنے لگے، جس وقت نماز ختم ہوئی۔ تو باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ آواز بلند فرمایا۔ جن افراد کا وضو نہ ہو وہ جا کر وضو کریں کیونکہ قصداً بے وضو نماز پڑھنا کفر ہے۔ ہم نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر کوئی توجہ نہ دی۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلوت خانے چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد اپنے ایک خادم کو ہمارے پاس بھیج دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ جو مہمان دور کے آئے ہوئے ہیں وہ میرے ساتھ میرے خلوت خانہ میں رات گزاریں گے۔ یا کہ باہر مسجد میں ہم نے سوچا کہ جس مقصد کے لئے ہم آئے ہیں اس کے لئے خلوت خانہ ہی موزوں ہے۔ چنانچہ ہم رات گزارنے کے لئے خلوت خانے کی طرف جانے لگے۔ جس قت ہم نے دہلیز پر قدم رکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہم ایک سنسان بازار میں کھڑے ہیں، ماحول بدلا بدلا ہوا ہے، وقت بھی رات کا ہے ہم حیران پریشان تھے کہ سپاہی آئے اور ہمیں گرفتار کرلیا۔ پھر ہمیں جیل میں ڈال دیا جہاں ہم تین مہینے رہے۔ اس دوران ہمارا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔

تین مہینے کے بعد ایک تفتیشی آفیسر کے ہاں پیشی ہوئی۔ جس کو ہم نے پورا واقعہ سنایا تو ہمیں رہا کیا اور جس فوجی آفیسر نے ہمیں بھیجا تھا۔ اس تک ہمیں پہنچایا تو انگریز فوجی افسران نے حکم جاری کیا۔ کہ آئندہ کے لئے باباجی رحمۃ اللہ علیہ اور باباجی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کو نہ چھیڑو اور اپنے آپ کو ان سے بچاؤ۔

کرامت نمبر ۲۵:

نوجوان اور مشہور ادیب ونقاد جناب ارشد کریم شلمانی اپنی تحقیقی کتاب ''شلمانی'' میں اپنے خاندان کی لوئے شلمان سے سوات آمد اور پھر خاندان کے افراد سوات چار باغ سے راموڑہ لوئر دیر تک آمد کی پوری روداد رقم کرنے کے بعد اپنے جدامجد جناب عبدالحئی بابا کے حالات میں لکھتے ہیں۔

عبدالحئی المعروف گوجر خان بابا کے اپنی زمینداری کے دوران کسی سے تعلقات خراب ہوئے۔ یہاں تک کہ جھگڑے اور پھر قتل تک نوبت پہنچی اٹھارہ سال کی عمر میں اپنی تمام جائداد اور اثاثے اپنے بھائی عبدالعظیم کے حوالے کیے اور تھانہ ملاکنڈ ایجنسی منتقل ہوئے۔ تھانہ میں محمود خان بابا کے ہاں رہائش پذیر ہوئے۔ محمود خان تھانہ کے محلہ بازید خیل کے مشہور اور بہادر خان تھے۔ جب انہیں پتہ لگا کہ عبدالحئی راموڑہ کے مشہور قاضی عبدالسبحان مرحوم کا بیٹا ہے۔ تو آپ کے ساتھ بہت مہربانی سے پیش آئے۔ اپنے بیٹوں کی طرح اپنی حفاظت میں رکھا۔ رہنے کے لئے کشادہ گھر دیا۔ اور اپنی جائداد کا اختیار مند بنا دیا۔ اور باقی نوکروں پر افسر بنا دیا۔ اس زمانے میں پختونوں کی آپس میں جائیداد پر جنگیں ہوتیں۔ تو محمود خان کی معیت میں عبدالحئی بابا نے جمبل کی لڑائی میں کامیابی حاصل کی۔ اس وجہ سے محمود خان کی اولاد جمبل خیل کہلانے لگی۔ بلکہ جس طرح اس وقت کا دستور اور قاعدہ تھا کہ ایک مشہور جنگ یا میدان جنگ میں کامیابی کے بعد اس واقعہ کی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے وہ اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس لئے محمود خان کی تمام اولاد جمبل خیل کے نام سے مشہور ہوئی۔

محمود خان کی وفات کے بعد اس کی اولاد دشمنی کی وجہ سے تھانہ سے گاؤں بدر کر دیئے گئے۔ باز درہ گئے اور وہاں سکونت اختیار کی اور جائیداد کی حفاظت کے لئے عبدالحئی بابا کو نگران بنا کر چھوڑا۔ وہ امین کے طور پر ان کے مال وجائیداد کے ناظم ہوئے اور جائیداد کو ہر قسم کی بربادی سے بچایا اگر چہ بااثر افراد نے آپ پر ہر قسم کی سختی کی کہ آپ محمود خان بابا کی تمام جائیداد کی حفاظت سے دست کش ہو جائیں۔ اور دستور کے مطابق محمود خان کی جائیداد کو آپس میں تقسیم کیا جائے۔ لیکن عبدالحئی عرف گوجر خان بابا ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار تھے اور فرائض نبھانے کے لئے مضبوط کھڑے تھے۔ پہلے تو انہیں دھمکی دی گئی کہ اس جائیداد سے ہاتھ کھینچ لیں۔ اس سے کام نہ بنا تو پھر یہ لالچ دی گئی کہ اس زمین میں آپ کو حصہ دیا جائے گا۔ جب اس سے بھی کام نہ بنا تو ایک جھوٹا قتل کا الزام لگایا گیا۔ تا کہ اس طرح راستے کی یہ رکاوٹ دور ہو جائے۔ اس کے بعد عبدالحئی بابا پر فرد جرم عائد کرتے ہوئے ہفتہ کے روز آپ کے قتل کا حکم نامہ جاری ہوا۔ جمعرات کو آخری حکم سنایا کہ اپنی آخری خواہش بتاؤ۔ آپ نے

آخری خواہش یہ بتائی کہ مجھے ایک رات اور ایک دن چھٹی دی جائے اور میری جگہ میرے بیٹے کو اپنے پاس رکھ لیں اس پر جرگہ کی طرف سے کہا گیا کہ دس ہزار روپوں کی ضمانت پر اس کو چھٹی مل سکتی ہے۔(یاد رہے کہ اس زمانہ کے دس ہزار روپے کی قیمت آج کل کے دس کروڑ کے برابر ہے)۔اس کے بعد عبدالحئی بابا نے اپنا ایک بیٹا موسیٰ خیل کے کوٹہ نامی گاؤں اپنے ایک دوست جس کا نام جیا دھوبی تھا، کے پاس بھیج دیا۔ آپ کا یہ دوست بہت مالدار تھا۔ اور آپ کا پیر بھائی بھی تھا۔ اسے تمام حالات سنائے۔ جیا دھوبی کو جب اپنے دوست کے حالات معلوم ہوئے تو اسی دن روپوں کا بار خچر پر اسلم خان بابا خیل کے حجرے تک پہنچایا اور کہا کہ یہ روپے ہیں اور ضمانت کے طور پر حاضر ہیں میرے دوست کو وعدہ کے مطابق ایک رات اور ایک دن کی چھٹی دی جائے۔ خوانین ان کے ایثار اور قربانی سے بہت متاثر ہوئے۔ گوجر خان بابا کو اسی وقت رخصت دیدی گئی۔ وہاں سے جلد اپنے گھر آئے اپنے اہل خانہ سے ملاقات کی۔ کھانا کھانے کے بعد بوقت عشاء اپنے پیر و مرشد سے ملاقات کی غرض سے روانہ ہوئے۔ تا کہ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ آخری ملاقات اور دیدار کرسکیں۔ وہ صبح کی نماز میں سید و باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جماعت میں شامل ہوئے۔ سید و باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو اگرچہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ عبدالحئی آپ کی ملاقات کے لئے موجود ہیں۔ اس کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالحئی بابا کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور اپنے خلوت خانے چلے گئے جہاں ظہر کی نماز تک تشریف فرما رہے۔ عبدالحئی بابا نے بہت کوشش کی اور سید و باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خدمتگار پاسنی ملا صاحب (۱) رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے بہت عرضیاں پیش کیں۔ لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔

آخر کار باباجی رحمۃ اللہ علیہ ظہر کی نماز کے لئے باہر تشریف لے آئے تو عبدالحئی بابا کے تسلیمات پیش کرنے کے بعد نماز کے لئے قیام فرما ہوئے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد باباجی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلوت خانے تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد جب کہ عبدالحئی بابا، سید و باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات سے مایوس ہو کر روانہ ہونے کی غرض سے کھڑے ہوئے۔ اس اثنا میں مولانا ابوبکر المعروف بہ پاسنی ملا کی آواز پر

(۱) مولانا ابوبکر المعروف بہ پاسنی ملا رحمۃ اللہ علیہ سید و باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید خلیفہ اور جید عالم دین تھے۔ سید و بابا کے زمانہ میں لنگر کے انچارج تھے۔ بعد میں جامع مسجد باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے مسجد کے خطیب تھے۔ بادشاہ صاحب سوات کے استاد بھی تھے۔ آپ نے سید و باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا نماز جنازہ بھی پڑھایا۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے خلوت خانہ کے اندر چلے گئے۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی مایوسی اور چہرے کے بدلے ہوئے رنگ کی بابت پوچھے بغیر آپ سے گاؤں کے حالات اور گھر کے حالات پوچھنے لگے۔لیکن عبدالحئی بابا بہت جلدی میں تھے۔اس لئے کہ حسب وعدہ آپ کو اسی دن حاضر ہونا بھی تھا۔اور اپنے دوست کی ضمانت ضبط ہونے کا خطرہ بھی تھا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو صرف اس قدر کہا کہ بال بچ سب ٹھیک ٹھاک ہیں۔لیکن یہ آپ سے میری آخری ملاقات اور دیدار ہے وعدہ کے مطابق میری ادھر حاضری بھی ضروری ہے۔اور سفر بھی کافی طویل ہے مجھے اجازت مرحمت فرمایئے۔ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور آپ کو دو انار دے دیئے ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اس میں سے ایک انار اسلم خان کو اور دوسرا آصف خان کو دیدو۔ اور انہیں میرا اسلام کہنا،اس کے ساتھ عبدالحئی بابا کو رخصت فرمایا۔

آپ نے سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں کو آخری بوسہ دیا۔فرقت کے آنسو آپ کی آنکھوں سے بہنے لگے۔اس اثناء میں بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کی طرف نظر کی تو آپ کا چہرہ مبارک گلاب کی طرح سرخ تھا۔سومسکراتے ہوئے آپ کو خدا حافظ کہا۔

عبدالحئی بابا جب مسجد سے نکل رہے تھے۔تو حیران رہ گئے کہ عصر کی اذان کا وقت قریب ہے اور دن ختم ہونے کو ہے۔لیکن توکل علی اللہ اور اپنے پیرومرشد کی اجازت سے روانہ ہوئے۔آپ کے بیان کے مطابق ان کی حیرت اپنی انتہا کو پہنچ گئی جب آپ سیدو شریف سے تھانہ گاؤں پہنچ گئے تو اس وقت عصر کی اذان شروع ہوئی۔آپ بہت حیران اور پیرومرشد کی کرامات کے مزید قائل ہوئے نماز عصر کی ادائیگی کے بعد سیدھے حجرے چلے گئے جہاں پر حجرے میں موجود مذکورہ خوانین کو بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلام پیش کیا۔اور دونوں کو انار بھی دیئے۔اس میں آصف خان نے اپنا انار کاٹ لیا۔اور اردگرد اپنے ساتھیوں کو اس میں سے انار کے دانے بطور تبرک تقسیم کئے اور خود بھی کھائے جب کہ اعظم خان نے انار کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا کہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا ہماری آپس کی جنگ جھگڑوں میں مداخلت اور فیصلے کرنا مناسب نہیں۔ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر بات نہیں مان سکتے تو ان لوگوں نے جنہوں نے انار کے

دانے کھائے تھے۔ سخت غصہ ہوئے اور کہا کہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہم کسی قسم کی توہین آمیز بات برداشت نہیں کر سکتے۔

اس طرح بنی بنائی بات بگڑ گئی۔ سو جنہوں نے انار کے دانے کھائے تھے۔ انہوں نے عبدالحئی بابا کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اور آواز لگائی کہ کسی میں ہمت ہو تو عبدالحئی بابا پر ہاتھ اُٹھائے۔ اس طرح عبدالحئی بابا کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اور اپنے محلے بازید خیل بحفاظت اور فیصلے سے بری لے آئے۔ جب کہ اسلم خان باباخیل اپنے حجرہ میں حیران اور پریشان رہ گیا۔ دوسرے دن آصف خان بازید خیل اور ان کے طرف داروں کی کامیابی کا اعلان ہوا۔ اور سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کی وجہ سے عبدالحئی بابا قتل ہونے سے بچ گئے۔ اس طرح اپنے محسن محمود خان اور اس کے اولاد کی جائیداد کی حفاظت اچھے طریقے سے کی چونکہ محمود خان کے مقامی خوانین کے ساتھ رشتہ داریاں بھی تھیں۔ جن کی وجہ سے صلح صفائی ہوئی اور دس سال کے بعد اپنے گاؤں تھانہ واپس آکر بحال ہو کر اپنی جائیداد سنبھالی۔ (''کتاب شلمانی'' صفحہ ۲۵۸ تا ۲۴۳)

کرامت نمبر ۲۶:

مولانا حبیب اللہ قادری اسنبڑ ضلع دیر پچھلے دنوں راقم کے ساتھ ایک ضروری کام کے سلسلے میں تشریف لائے تھے۔ دورانِ گفتگو انہوں نے سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کا واقعہ سنایا۔ جو کہ نوشہرہ کا رہنے والا تھا۔ یہ واقعہ انہوں نے اپنے استاد شیخ القرآن والحدیث مولانا ابوالفضل فضل سبحان قادری مدظلہ العالی سے برسرِ منبر جمعۃ المبارک کے خطاب میں سنا تھا۔

استاد محترم نے فرمایا: کہ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مرید بہت پابند صوم وصلوٰۃ اور اپنے اسباق طریقت پڑھنے کا بہت پابند تھا۔ جس سے اس کی روحانی حالت میں ترقی ہوتی رہی۔ ایک دن اس کو پالک کا ساگ کھانے کی خواہش ہوئی۔ یہ ایک باغ میں گیا، باغ کا مالک موجود نہ تھا۔ مگر کٹے ہوئے پالک کے چھوٹے چھوٹے بنڈل تیار پڑے تھے اس کو نرخ کا پتہ تھا۔ چنانچہ پالک کی قیمت باقی ماندہ پالک کے پاس رکھی اور ایک بنڈل لے گیا۔ پالک کا ساگ کھاتے ہی اس کی روحانی حالت بدل گئی جو

تزکیہ قلب حاصل ہوا تھا وہ ختم ہوا۔ احساس ہوتے ہی سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بعد ازادائیگی نماز وملاقات سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ حاضرین مجلس سے مخاطب ہوئے۔ دورانِ خطاب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "بعض لوگ ہم سے بیعت ہوجاتے ہیں۔ اسباق لے لیتے ہیں جب تزکیہ قلب اور کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ تو پالک کے ساگ کے چند لقموں سے ضائع کردیتے ہیں۔" چنانچہ یہ مرید سمجھ گیا کہ روئے خطاب مجھ سے ہے فوراً باباجیؒ کی خدمت میں آکر معافی مانگنے لگا۔ اور آئندہ کیلئے محتاط رہنے کا وعدہ کیا۔ استاد صاحب نے دورانِ خطاب آگے ارشاد فرمایا کہ اس مرید نے تو پالک کی قیمت اپنے زعم میں مالک کو ادا کردی تھی۔ لیکن چونکہ مالک موجود نہ تھا جس میں اس کی مرضی بھی شامل نہیں تھی۔ لہٰذا یہ بیع بھی صحیح نہیں تھی۔ کیونکہ بیع کی تعریف کتب فقہ میں یہ ہے کہ "مبادلۃ المال بالمال بالتراضی" یعنی باہمی رضامندی سے مال کے بدلے مال دینا۔

یہاں ایک طرف رضامندی تو تھی۔ لیکن بائع کی رضامندی نہیں تھی۔ اب غور کا مقام ہے کہ اتنی بات پر روحانی ترقی ختم ہوجاتی ہے۔ تو حرام کھانے سے کس طرح روحانی ترقی حاصل ہوگی۔

صاحبانِ طریقت کے لئے اکل حلال کھانا اور مشتبہ اشیاء سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

روحانی اثرات

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ المعروف سیدو باباجی کی ابتدائی تربیت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے پیران عِظام کی صحبت میں ہوئی تھی ۔لیکن بعد میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی نسبت آپ پر غالب آئی تھی اور آپ کے زمانہ میں آپ ہی کے ذریعہ سلسلہ عالیہ قادریہ کو بہت فروغ اور تقویت حاصل ہوئی تھی ۔اسی وجہ سے اس مبارک سلسلے کے بزرگان دین میں سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے روحانی پیشوا، بہت بڑے بزرگ صوفی، کامل پیر طریقت اور صاحب کشف وکرامت ولی اللہ تھے ۔جنہوں نے دین اسلام کی تقویت اور سر بلندی کے لئے جہاد کیا اور لڑائیں لڑی تھیں ۔اور اپنے زمانہ کے اتنے عظیم الشان پایہ کے مردمجاہد تھے کہ تاریخ کے اوراق میں آپ کے جہادی کارنامے تا قیامت یادگار رہیں گے ۔رشد وہدایت، تبلیغ، امر بالمعروف نھی عن المنکر، شریعت کے ظاہری احکامات کی مکمل تابعداری، تقوٰی پرہیز گاری کی زندگی بسر کرنے اور جہاد کی جو مشعل روشن کر گئے تھے ،وہ آج تک روشن ہے ۔اور ممالک مذکورہ خصوصاً شمال مغربی پاکستان اور قبائلی علاقوں میں آج بھی وہ تروتازہ ہے ۔اور روحانی فیوضات کا جو سلسلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوا تھا۔ وہ دور دور تک پھیل گیا ہے ۔خصوصاً صوبہ سرحد خیبر پختونخواہ میں علم ظاہری اور علم باطنی کے جو مشہور مراکز ہیں ۔ان کا سلسلہ آپ تک پہنچا ہوا ہے ۔موجودہ زمانہ میں جتنے بھی روحانی اور طریقت سے وابستہ مسلمان ہیں ۔اکثریت کا سلسلہ قادریت سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے ۔مثلاً سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اور پھر ان کے خلفاء کے لاتعداد مریدین علم ظاہری کے حصول کیساتھ ساتھ علم باطنی کے حصول میں لگے ہوئے ہیں ۔

علم طریقت کیساتھ ساتھ علم شریعت کی تبلیغ وترویج کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ علماء نے مختلف مقامات پر آپ سے منسوب بڑے بڑے مدارس بنائے ہیں ۔جہاں سے ہر سال کثیر تعداد میں علماء دورہ حدیث کے بعد فارغ التحصیل ہو جاتے ہیں ۔ان مدارس اور جامعات میں سرفہرست دارالعلوم جامعہ قادریہ بغدادہ شیخ ملتون مردان ہے بلکہ اس جامعہ کو اُمُّ المدارس کا درجہ حاصل ہے ۔کیونکہ باقی جتنے بھی مدارس ہیں ان کے اساتذہ اور مہتممین یہاں سے فارغ التحصیل ہیں ۔جس کے بانی

اور مہتمم جامع المنقول والمعقول حضرت العلامہ شیخ القرآن والحدیث مولانا فضل سبحان قادری ولد مفتی اعظم جامع المعقول والمنقول عالم بے بدل مولانا شائستہ گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز مانکی باباجی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ ہیں، بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو درازی عمر بمع صحت کاملہ عطا فرمائے۔

ایک دارالعلوم حضرت مولانا شیخ طریقت وشریعت حضرت شیخ گل صاحب مبارک ولد حضرت حاجی گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ مبارک ولد حضرت شلمان باباجی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت باباجی صاحب مانکی شریف شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے پشاور کے قریب بنام "دارالعلوم جامعہ جنیدیہ غفوریہ" قائم کیا ہے۔ جس کی اب تک ہزارہاں شاخیں خیبر ایجنسی اور پشاور میں قائم ہو چکی ہیں۔ اب تک ہزاروں علماء ان اداروں سے فارغ التحصیل ہو کر دین اسلام، مذہب حقہ، اہلسنت و جماعت اور علم طریقت کی تعلیمات سے لوگوں کو مستفید کر رہے ہیں۔ جس کے موجودہ شیخ الحدیث اور مہتمم علامہ ڈاکٹر نورالحق قادری ولد شیخ گل صاحب مبارک ہیں۔ موصوف ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ کئی دفعہ ایم، این، اے رہ چکے ہیں۔ علوم دینیہ کیساتھ ساتھ علوم عصریہ اور علوم سیاست میں کافی تجربہ رکھتے ہیں۔

ایک عظیم الشان دارالعلوم ڈاگ اسماعیل خیل میں بنام دارالعلوم "جامعہ کریمیہ غفوریہ" زیر سایہ پیر طریقت رہبر شریعت پیر رحمت کریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حاجی گل صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ لواڑگی شریف قائم کیا ہے۔ جس میں علاقہ کے طلباء کیساتھ ساتھ تمام صوبہ کے طلباء علم دین حاصل کر رہے ہیں۔ دارالعلوم کے موجودہ ناظم اعلیٰ محترم مولانا علی زمان چشتی بڑے احسن طریقے سے دارالعلوم کے جملہ معاملات چلا رہے ہیں۔ ایک عظیم الشان دارالعلوم "جامعہ قادریہ غفوریہ" تندوڈاگ ضلع سوات میں قائم ہے۔ جس کے بانی و مہتمم شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مولانا پیر سید صاحب قادری تلمیذ مولانا فضل سبحان صاحب قادری و مرید سید محمد شیرین باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت پیر طریقت سر گند خان باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ عاشق صادق حاجی محمد امین باباجی رحمۃ اللہ علیہ عمرزو شریف ہیں۔ ۱۹۸۶ء سے لیکر آج تک کافی تعداد میں طلباء یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

اسی طرح ایک دارالعلوم اس مقام پر جہاں پر سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں کے ساتھ جہاد کیا تھا اور انہیں شکست فاش دی تھی۔ یعنی امبیلہ ضلع بونیر میں بنام "دارالعلوم جلالیہ غفوریہ" قائم ہے۔

CamScanner

جس کے مہتمم سلسلہ عالیہ قادریہ غفوریہ کے فیض یافتہ عالم دین مولانا ولی الرحمن قادری ہیں۔ دارالعلوم علاقہ میں علم دین کے حصول تبلیغ وترویج کا ایک عظیم الشان مرکز ہے۔ سال کی مختلف تقریبات خصوصاً عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر جلسے جلوس کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔

ایک دارالعلوم علاقہ گڑھی شموزی ضلع سوات میں بنام ''دارالعلوم حکیمیہ غفوریہ'' قائم ہے۔ جس کے مہتمم مولانا تاج محمد قادری مرید وخلیفہ حضرت پیر طریقت مولانا حکیم سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ سید محمد شیرین باباجی مدظلہ العالی ہیں۔ جس سے علاقہ کے عوام وخواص دینی علوم سے مستفید ہورہے ہیں۔

❁❁❁❁❁

سید عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی بحث کے آخر میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ مرثیہ بزبان فارسی لکھا ہے۔ جس سے باباجی کے مقام ومرتبہ کے بارے میں اندازہ ہوتا ہے۔ صفحہ: ۳۷

حضرت قطب جہاں نور ہُدیٰ عبدالغفور
آہ ازما کردہ رحلت سوئے عقبی ناگہاں

آہ دلہائے احبا خستہ گر دیداز غمش
کاین چنین پیر ہدایت شد زچشم ما نہاں

بہرہ اعمال نیکو بود تا اندر شتاب
ایزد پاکش بخواندہ سوئی گلزار جہاں

چونکہ ایں شمع ہدایت وگرفت اندر حجاب
شد بگریاں درپس او مہر و ماہ و آسمان

حق تعالی داردش درسایہ رحمت شریف
درنعیم و روح و ریحان بامسرت جاودان

حضرت علامہ میاں نصیر الدین احمد عرف میاں صاحب قصہ خوانی پشاور نے اپنی تصنیف ''تجلیات غفوریہ'' ترجمہ ''احقاق الحق'' میں سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے:

''وہ بدعت کا مٹانے والا سنت پر عمل کرنے والا علامہ محقق اور یگانہ روزگار مدقق حامی الفضلاء برہا
ن العلماء بدنی گندگی سے پاک قطبِ عالم قدوۃ العارفین سید الکاشفین سلطان المرشدین شمس
عالم الغیب والشہود اس کی ذات وصفات سے بغیر عناد گر کے کوئی انکار کرنے والا نہیں ہے۔ وہ ابو لبر
کات صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے۔ (صفحہ نمبر: ۵) 6

حضرت شیخ عبد الغفور سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اکبر حضرت مولانا شیخ عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے فر زند ارجمند حضرت شیخ عبد الحق المعروف بہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''تنبیہ المنکرین عن حقوق المرشدین'' میں بزبان عربی میں جو شجرہ مبارکہ سلسلہ عالیہ کے مشائخ کا لکھا ہے۔ اس میں حضرت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اس طرح کیا ہے: (صفحہ: ۱۸۴)

عَبدُالغَفُور اِمَامُ الحَقِّ مُرشِدُنَا شادَالاصُولِ ولم یَمهَل وَلَم یَمَلِ

ترجمہ:۔ عبد الغفور (صاحب سوات) حقیقی امام ہمارے مرشد نے اصول کو مضبوط کیا بغیر تاخیر اور بغیر اکتا جانے کے۔

قُطبٌ وَ غَوثٌ فَلا یُحصٰی فَضَائله تَضرِبُ اِلَیهِ کُبُودُ الاَنیقِ الذُّلَلِ

ترجمہ:۔ قطب وغوث ہیں۔ پس ان کے فضائل نہیں گنے جاسکتے مسخر چیزوں کے دل ان کی طرف چل رہے ہیں۔

هٰذَا الَّذِی بَاهَتِ الدُّنیَا بِعِزَّتِهٖ هذا هُوَ الاٰخِرُ السَّامِی عَلَی الاَوَّلِ

ترجمہ:۔ یہ وہ ہیں جن کی عزت پہ دنیا ناز کرتی ہے۔ یہ وہ آخری ہیں، جو پہلوں سے بلند ہیں۔

مَفطُورَةٌ فِیهِ اَخلَاقُ الکِرَامِ فَلا یَحتَاجُ فِیهَا اِلَی التَّهذِیبِ فِی العَمَلِ

ترجمہ:۔ عزت مندوں کے اخلاق ان میں پیدائشی ہیں۔ لہٰذا ان کو عملی زندگی میں ان اخلاق حسنہ کی تہذیب کی ضرورت نہیں پڑتی۔

فِی الخَلقِ وَالکَسبِ بَونٌ اِذ اَتٰی مَثَلُ لَیسَ التَّکَحُّلُ فِی العَینَینِ کَالکُحَلِ

ترجمہ:۔ پیدائشی اور کسبی چیزوں میں فرق ہوتا ہے کیونکہ ضرب المثل ہے کہ آنکھوں میں سرمہ ڈالنے سے آنکھیں پیدائشی سرمیلی آنکھوں جیسی نہیں ہوسکتیں۔

CamScanner

{خلفاء}

تصوف اور طریقت کی ایک اصطلاح یہ ہے کہ جو مرید اپنے پیر طریقت کی صحبت میں کچھ زمانہ گزار دیتا ہے اور اسے درجہ کمال حاصل ہوتا جاتا ہے۔ تو اپنے پیر صاحب کی طرف سے اِذن اور اجازت دی جاتی ہے۔ وہ اپنے شیخ کا نائب اور خلیفہ بن جاتا ہے۔ اور اسے اس قابل سمجھا جاتا ہے کہ اپنے پیر طریقت کی رشد و ہدایت کی مسند پر تشریف فرما ہو کر مخلوق خدا کو رشد و ہدایت کی تعلیم دے۔ اس معنی کے لحاظ سے اس نمونہ کے کامل مریدوں کو پشتو میں خلیفہ کی جگہ ماذون کہتے ہیں۔ عام طور پر اولیاء اللہ کا یہ طریقہ کار چلا آرہا ہے کہ مختلف ممالک میں اپنے کامل مریدین خلفاء اور ماذون کی حیثیت سے مقرر کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو نیکی کی راہ دکھاتے اور اس پر چلاتے ہیں۔ چنانچہ باباجی صاحب سوات نے بھی اسی طریقہ پر پاکستان کے مختلف علاقوں میں اپنے خلفاء مقرر کیے تھے۔ یہاں پر ان مشاہیر خلفاء کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) باباجی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کے مشاہیر خلفاء میں حضرت مولانا شیخ عبدالوہاب صاحب علیہ الرحمۃ مانکی شریف ضلع نوشہرہ۔

(۲) حضرت مولانا شیخ نجم الدین صاحب علیہ الرحمۃ ہڈہ شریف افغانستان کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہے۔

(۳) حضرت مولانا شیخ حمیداللہ المعروف اسوٹا ملا صاحب اسوٹا شریف ضلع صوابی۔

(۴) عبدالرحیم نام کے باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت خلفاء تھے:

(ا) ارباب عبدالرحیم ولد ارباب عبدالکریم موضع پڑانگ کے رہائشی تھے اور صاحب کو بہت پیارے تھے کیونکہ آپ کے والد صاحب ارباب عبدالکریم باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق رہ چکے تھے۔

(ب) مولانا عبدالرحیم موضع امان کوٹ تحصیل ضلع صوابی کے رہنے والے تھے۔ بڑے عالم فاضل تھے۔

(ت) قاضی عبدالرحیم یوسفزئی موضع فرلی ضلع صوابی کے رہنے والے تھے۔ بڑے زاہد، عالم اور فاضل تھے۔

(ث) مولانا عبدالرحیم سہارنپور انڈیا کے رہنے والے تھے۔ آپ کے واسطہ سے وسطی ہندوستان میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوضات پھیلے ہوئے ہیں۔

(ج) مولانا عبدالرحیم مہمند بہادر کلی پشاور کے رہنے والے تھے۔

(۵) میاں صاحب: میاں صاحب کے نام پر باباجی صاحب کے بہت سے خلفاء تھے۔

(ا) میاں محمد ویسم کاکاخیل جو کہ بوستے ملا صاحب، کاگہ کٹ ملا صاحب، حکمتی بابا اور حضرت اخوند آف کاگہ کٹ کے ناموں سے مشہور تھے منقول اور معقول کے محقق عالم تھے، خصوصاً علم ریاضی، ہیئت حکمت فلسفہ اور ادب میں علامہ دہر تھے۔ زمانہ کے لحاظ سے باباجی صاحب کے تمام مریدوں سے عمر زیادہ تھی۔ باجوڑ کے علاقہ مسکینئی میں رہتے تھے۔ سمہ، سوات، باجوڑ کے اکثر مشاہیر علماء آپ کے شاگرد ہو گزرے ہیں۔ مشہور تاریخی شخصیت سیّد جمال الدین افغانی بھی آپ کے شاگرد تھے۔

(ب) حضرت شیخ میاں فضل الٰہی المعروف مشر میاں صاحب تھے۔ جو علاقہ چھچھ کیمبلپور کے حضرو نامی گاؤں میں رہائش رکھتے تھے۔ اس علاقہ میں قادریہ سلسلہ کے فیوضات آپ ہی کے ذریعہ پھیلے ہوئے ہیں۔ مزار مبارک حضرو میں ہے۔

(۶) کربوغے ملا صاحب، ضلع کوہاٹ کے علاقہ دوآبہ میں خٹک قوم کا ایک گاؤں ہے، جس کا نام کربوغہ ہے۔ اس گاؤں کے مولانا محمد عمر شاہ جو بعد میں "کربوغے ملا صاحب" کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ بھی سوات صاحب کے خلفاء میں بہت زیادہ مشہور اور روحانی پیشوا ہو گزرے ہیں۔ بعد میں آپ کے خلفاء میں بہت زیادہ برگزیدہ اور مشہور بزرگ ہو گزرے ہیں۔ جس میں بوٹھان شریف علاقہ تیراہ آفریدی مامون زئی شریف علاقہ تیراہ اور کزئی۔ شوال شریف علاقہ شمالی وزیرستان کے سجادہ نشینان حضرات بہت زیادہ مشہور ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت حاجی محمد امین مہمند ماشوخیل علیہ الرحمۃ کا نام قابل ذکر ہے جو کہ کربوغے ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر کے مرید تھے۔ابتدائی تربیت کربوغہ شریف کی خانقاہ میں حاصل کی تھی۔ اپنے زمانہ کے مشہور واعظ، مبلغ، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجی الحرمین اور مجاہد اسلام تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے "جماعتِ ناجیہ" کے نام سے اس ملک میں اسلام کی بہت خدمات سرانجام دی ہیں۔ردِ قادیانیت میں آپ کی مساعی جلیلہ تاریخ کا ایک زرین باب ہے۔آپ کے صاحبزادگان میں صاحبزادہ الحمد للہ ایک جید عالم دین اور باباجی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین ہیں۔ جناب الحمد للہ مد ظلہ العالی کے صاحبزادے جناب ڈاکٹر محمد شفیق قادری امینی، باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ اوصاف کے حامل ہیں۔علم شریعت کے ایک فارغ التحصیل عالم دین اور میدان خطابت کے شہسوار ہیں۔آپ جب تقریر فرماتے ہیں اور موقع کے لحاظ سے جناب حاجی محمد امین باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار سناتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ باباجی صاحب بذات خود بول رہے ہیں۔آپ مرکزی جماعت اہلسنت صوبہ خیبر پختونخواہ کے امیر ہیں۔آپ نے چند ہی سالوں میں اپنے دوروں میں اہلسنت و جماعت میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کیلئے کامیاب کوششیں کی ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے آپ کی زیر قیادت تمام سُنیوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونے کی توفیق دے۔آج کل تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صوبائی امیر ہیں۔

(۷) شاؤ بابا رحمۃ اللہ علیہ، ریاست دیر کے مرکزی مقام اور ضلعی صدر مقام دیر پائین کے قبلہ کی جانب ایک چھوٹے سے گاؤں کا نام شاؤ ہے۔جس کا موجودہ نام ریحان کوٹ ہے۔حضرت مولانا شیخ المشائخ خلیل الرحمن اخونزادہ یہاں کے رہائشی تھے۔جس کی وجہ سے آپ حضرت شاؤ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔منقول اور معقول کے تمام دینی علوم کے ایک جیّد عالم تھے اور حضرت سوات صاحب باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں بلند درجے اور مرتبے کے حامل تھے۔تمام ریاست دیر اور اردگرد کے کوہستانی علاقوں میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوضات آپ کے واسطہ سے پھیلے ہوئے ہیں آپ کے مریدوں میں بھی مشاہیر بزرگان دین ہو گزرے ہیں۔جن میں ضلع دیر زیرین کے صدر مقام تیمر گرہ

کے مشہور جلیل القدر روحانی پیشوا ''تیمر گرے صاحب'' آپ کے خلیفہ اور ماذون تھے۔ بڑی شان کے مالک تھے۔ کشف و کرامات اور خرق عادت کا عظیم مرتبہ آپ کو حاصل تھا۔

(۸) حضرت مولانا محمد نور ولد سید نور موضع تیراوی پشاور

(۹) حضرت مولانا صاحب منگلور سوات آپ علم معقولات میں فرید العصر تھے۔

(۱۰) حضرت مولانا نصر اللہ جان قاضی پشاور شہر کے بہت بڑے عالم دین تھے۔

(۱۱) حضرت مولانا مفتی محمد حسین پشاور شہر ایک فاضل عالم دین اور مؤلف تھے۔

(۱۲) حضرت مولانا عبد المطلب موضع کوٹھا ضلع صوابی۔ یہ وہ عالم دین ہیں کہ جس وقت آپ فارغ التحصیل ہوئے تو آپ کی دستار بندی بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے بدست خود فرمائی تھی۔

(۱۳) حضرت مولانا محمد سندی موضع کالوخان ضلع صوابی۔

(۱۴) حضرت مولانا حاجی شیخ جانا۔

(۱۵) حضرت مولانا حاجی احمد علی صاحب کابلی طورو ضلع مردان طورو کے مشہور علماء حضرت مولانا میر عتیق اللہ اور امیر عبد اللہ آپ کے پوتے تھے۔

(۱۶) حضرت مولانا مولوی فضل احمد ہنڈ صوابی۔ جو مولانا لطف اللہ آف علی گڑھ ہندوستان کے شاگرد تھے۔ اور بابا جی صاحب سوات نے ان کی دستار بندی بدست خود فرمائی تھی اور بہت بڑے ریاضی دان عالم تھے۔

(۱۷) حضرت مولانا امیر خان ابن محمد خان موضع ویسا علاقہ چھچھ ضلع کیملپور۔

(۱۸) حضرت مولانا شیخ اخوند حبیب اللہ موضع سرنخ علاقہ دوآبہ کے رہائشی تھے۔ اور علم معقولات میں علم منطق کے فاضل عالم تھے۔

(۱۹) حضرت مولانا شیخ لالا صاحب موضع مان پور علاقہ چھچھ۔

(۲۰) حضرت مولانا صاحب آف کندیا جن کی علم منطق میں سلم العلوم پر شرح ''تحریر کندیا'' کو خاص شہرت حاصل ہے۔

نیل ملا گنڈا ایجنسی۔ صاحب گڑھی عثمانی

(۲۱) حضرت مولانا اخوند فقیر صاحب گڑھی عثمانی نیل ملا گنڈا ایجنسی۔

(۲۲) حضرت مولانا رحیم الدین صاحب موضع سڑہ چینہ ضلع مردان۔

(۲۳) حضرت مولانا مولوی عبداللہ خان صاحب ضلع بنوں۔

(۲۴) حضرت مولانا مولوی احسن الدین المعروف گل بابا علیہ الرحمۃ بہت بڑے فاضل عالم تھے۔ کشف وکرامت کے حامل تھے اور ہشت نگر کے موضع رجڑ کے رہائشی تھے۔

(۲۵) مولانا قاضی راز محمد موضع جلالہ ضلع مردان۔

(۲۶) حضرت مولانا فقیر شاہ صاحب آف موضع معیار۔ آپ بہت بڑے فقیہ عالم تھے۔

(۲۷) حضرت مولانا شیخ المشائخ انکڑ ملا صاحب علاقہ تیراہ افغانستان آپ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں عظیم عرفانی اور روحانی درجہ کے حامل تھے۔

(۲۸) حضرت مولانا صاحب علاقہ تیراہ موضع سیری۔

(۲۹) حضرت مولانا پالام باباجی صاحب آف ریاست دیر۔

(۳۰) حضرت مولانا شیخ المشائخ حمید اللہ باباجی المعروف اسوٹا ملا صاحب اسوٹا شریف ضلع صوابی۔ آپ بہت بڑے جید عالم دین اور روحانی وعرفانی درجہ کے حامل تھے۔ آپ کی کشف وکرامات اور دینی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ جس سے علاقہ کے مکین اب تک مستفید ہو رہے ہیں۔ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت محبت فرماتے تھے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ایک مرتبہ مسجد کی چھت پر مٹی ڈالنے کے لئے سب مرید جمع ہوئے۔ مٹی ڈالنے کے لئے جو برتن جسے پشتو میں ٹانکے اور پنجابی میں دابڑی کہتے ہیں، لائی گئیں۔ تقسیم کرتے کرتے آپ کے حصے میں کوئی دابڑی نہیں آئی تو آپ اپنی سبز چادر میں دو دابڑیوں کے برابر مٹی ڈال کر چھت پر ڈالتے رہے۔ جب کام ختم ہوا تو باباجی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آج سبز چادر والا جیت گیا۔ بزرگان دین کی باتیں پتھر کی لکیر کی مانند ہوتی ہیں۔ اور واقعی آپ علم باطنی اور علم ظاہری کے آفتاب بن کر باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں شامل ہوگئے۔ آپ نے اپنے علاقہ میں علم باطنی اور علم ظاہری کی جو شمع روشن کی آج تک صوبہ سرحد اور پاکستان کے

دور دراز علاقوں میں لوگ اس سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔ روایت ہے کہ آپ کے علاقہ کے دو نوجوان شکار کرنے کے ارادہ سے گھر سے روانہ ہونے والے تھے۔ تو والدہ نے اپنے ان دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ شکار سے فارغ ہو کر بابا جی صاحب اسوٹا شریف کی خدمت میں دعا کے لئے بھی حاضر ہو جانا۔ نوجوانوں نے پانچ عدد مرغابیاں شکار کیں۔ چار کو شریعت کے مطابق ذبح کیا جبکہ ایک کو ویسے ہی گلا گھونٹ کر ہلاک کیا۔ شکار سے فارغ ہو کر بابا جی صاحب کی خدمت میں بغرض امتحان حاضر ہوئے۔ اور پانچوں مرغابیوں کو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کرنے لگے کہ یہ مرغابیاں لنگر کے لئے شکار کر کے لائے ہیں، قبول فرمائیں۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے چاروں ذبح شدہ مرغابیاں ایک طرف اور بغیر ذبح کی گئی مرغابی الگ کر کے کہا کہ یہ مرغابی تمہارے ساتھ جو کتا آیا ہے، اسے ڈال دو یہ لنگر میں پکانے کے قابل نہیں۔ نوجوان فوراً توبہ تائب اور معافی کے طالب ہوئے۔

جناب شیخ مدرار اللہ المعروف صاحبزادہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کبل سوات نے اپنے چھوٹے بھائی جناب شیخ خانم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو علم دین حاصل کرنے اسوٹا شریف بھیجا تھا۔ اسوٹا شریف پہنچ کر آپ کے شیخ طریقت نے آپ کی ڈیوٹی لنگر میں لگا دی اور فرمایا تھا کہ لنگر کو چک لیا کرو۔ آپ اپنی ذمہ داری پوری ایمانداری سے نبھاتے رہے۔ حتیٰ کہ اس دوران صرف لنگر چکنے پر گزارہ کرتے۔ کسی نے آپ کے بڑے بھائی کو اطلاع دی کہ آپ کا بھائی تو علم حاصل کرنے کی بجائے لنگر میں مصروف خدمت ہے۔ جناب مدرار اللہ صاحب نے اپنے بھائی کو زجر اور توبیخ کی کہ جس مقصد کے لئے میں نے آپ کو بھیجا تھا۔ وہ مقصد آپ نے پورا نہیں کیا۔ اطلاع ملتے ہی آپ خفا خفا رہنے لگے کسی نے اسوٹا بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی کہ صاحبزادہ صاحب سوات اسوجہ سے مغموم ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبزادہ صاحب کو بلوا بھیجا اور فرمایا کہ اس وجہ سے تو خفا ہے، اٹھاؤ شرح جامی نامی کتاب اور شروع کرو۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی صفحہ پڑھایا اور فرمایا اب پڑھو تم تو عالم دین ہو۔ آپ کا (گفتہ گفتہ اللہ بود) فرمانا تھا کہ آپ کے سینہ میں علم دین موجزن ہوا۔ شرح جامی اور دیگر درس نظامی کی کتابیں خود بخود از بر ہوئیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ جناب شیخ مدرار اللہ المعروف صاحبزادہ بابا رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ المشائخ سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ

کہ سید و باباجی رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے مرید تھے۔آپ نے اپنے طریقت کے اسباق ابھی پورے نہیں کئے تھے۔ سے پردہ فرما گئے۔باقی اسباق آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت شیخ خانم اللہ علیہ الرحمۃ سے پورے کئے۔حتی کہ آپ نے خلافت بھی انہی سے حاصل کی۔حضرت شیخ خانم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی اپنے شیخ کے قدموں کی طرف آپ کی وصیت کے مطابق بنا ہے۔

حضرت اسوٹا باباجی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بھی ایک قابل ذکر واقعہ ہے کہ وفات سے کچھ عرصہ قبل آپ اوڈیگرام ضلع سوات تشریف لائے تھے یہاں کے عوام وخواص سب آپ کے مرید تھے اور آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔آپ بھی ان کی وفاداری، دین داری سے خوش تھے کہ آپ کا دنیا سے پردہ فرمانے کا وقت آیا۔آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر میرے پیر طریقت کے پاؤں مبارک کی طرف بنائی جائے تا کہ آپ کے مزار مبارک سے بارش کا پانی میرے قبر پر گرے۔چنانچہ وصیت کے مطابق آپ کا وجود مبارک جس چار پائی پر رکھا گیا ایک گاؤں والے دوسرے، دوسرے والے تیسرے۔اس طرح اگلے گاؤں والے لوگ وہ چار پائی اسوٹا شریف تک لے گئے۔ضلع بونیر کے راستے، پہاڑی راستہ میں چار پائی لے جانے والے برف میں پھسل گئے۔لیکن آپ کی چار پائی مبارک لوگوں کے آنے تک ہوا میں معلق رہی۔اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اپنے شیخ طریقت کے پاؤں کی طرف اب تک مرجع خلائق ہے۔(حضرت شیخ حمید اللہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب آخر میں درج ہے۔)

حضرت عبدالجلیل مجذوب باباجی کے والد محترم حضرت محمد اسحاق لالاجی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ولد فرید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا حضرت مولانا حضرت شیخ مدرار اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔حضرت مولانا حضرت شیخ مدرار اللہ علیہ الرحمۃ کا مزار مبارک جامع مسجد باباجی صاحب کبل کے متصل احاطہ میں جنگلہ کے اندر ہے۔جنگلہ کے باہر حضرت شیخ محمد اسحاق لالاجی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالجلیل علیہ الرحمۃ المتوفی ۲۸ ستمبر ۲۰۱۵ء کے مزارات ہیں۔

حضرت شیخ مجذوب باباجی کے بعد آپ کے فرزند حضرت مولانا معین الدین مدظلہ العالی آپ کے سجادہ نشین ہیں۔آپ درس نظامی کے فارغ التحصیل عالم دین ہیں۔علم باطنی میں اپنے والد صاحب کے

مرید اور خلیفہ ہیں۔ مجذوب باباجی صاحب کے تمام صاحبزادوں بمع صاحبزادہ بہاؤالدین سینئر ایڈووکیٹ اور تمام رشتہ داروں صاحبزادگان کبل و مضافات نے بوقت جنازہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی روحانی قیادت کو تسلیم کیا۔ حضرت مولانا معین الدین مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے تابعدار فرزندان عطا کئے ہیں۔ جن میں ایک مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ایک عالم فاضل شخصیت ہیں اور مسجد باباجی سے متصل دارالعلوم مدرار العلوم نصرۃ العلوم کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت العلامہ مفتی منیب الرحمن مدظلہ العالی کے خصوصی اور قابل فخر شاگرد ہیں۔ شجرہ نسب صاحبزادگان چنداخورہ کبل سوات اس کتاب کے آخر میں درج کیا گیا ہے۔

(۳۱) حضرت مولانا حاجی محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بیدمنی قبائلی علاقہ مہمند ایجنسی جو کہ ایک صاحب تصرّف بزرگ اور بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ اور اسی علاقہ میں روحانی فیوضات اور انوارات کا مرکز ہے۔

(۳۲) حضرت فیض محمد اخونزادہ لوگر افغانستان اور مسیکی صاحبزادہ کے نام سے مشہور تھے۔

(۳۳) حضرت مولانا عبدالحق صاحب جو کہ ضلع پشاور کے گاؤں شیخ محمدی کے رہائشی تھے۔

(۳۴) حضرت مولانا ابوبکر صاحب المعروف بہ پاسنے ملا صاحب۔ آپ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر کے منتظم تھے۔ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال فرمانے پر آپ نے سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ پڑھایا۔ اور بعدازاں جامع مسجد سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے تاحیات خطیب بنے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں گل عبدالودود بادشاہ صاحب سوات کے استاد بھی مقرر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک جیل سیدو شریف کے ساتھ شاہی مقبرہ میں ہے۔

(۳۵) حضرت قاضی سلطان محمود آوانی رحمۃ اللہ علیہ، آوان شریف گجرات۔

(۳۶) حضرت شیخ یاسین کچیلی بابا رحمۃ اللہ علیہ، باجوڑ ایجنسی۔

(۳۷) حضرت میاں گل عبدالخالق علیہ الرحمۃ چھوٹے فرزند و سجادہ نشین حضرت شیخ المشائخ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ عبدالحنان اور عبدالخالق۔ دونوں بڑے میاں گل اور چھوٹے میاں گل (پشتو میں مشر میاں گل کشر میاں گل) کے نام سے مشہور تھے۔ ان دونوں

میں چھوٹے میاں گل عبدالخالق علیہ الرحمۃ اپنے والد صاحب سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔ اور آپ کے بعد اس زمانہ کے تمام علماء اور مشاہیر مشائخ نے بہ حیثیت روحانی پیشوا اور صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین آپ کی رہنمائی قبول کی تھی۔ حضرت حافظ عبدالخالق بہت زیادہ نیک صفات رکھتے تھے۔ آپ کی مبارک زندگی اور کردار شریعت کے اصولوں کا ایک نمونہ تھا۔ آپ کی برکت سے اصلاح اور تبلیغ اسلامی کے فرائض احسن طریقہ سے سرانجام ہوتے۔ بعد میں بحیثیت ''امیر شریعت'' اسلامی احکامات نافذ کرنے میں بھی کامیابی حاصل کی اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے بہت زیادہ خدمات سرانجام دی تھیں۔ حضرت میاں گل عبدالخالق علیہ الرحمۃ ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۳۵ سال کی عمر میں ۱۸۹۲ء میں وصال فرما گئے۔ علیہ الرحمۃ والغفران۔ آپ کے دو فرزند تھے۔

(۱) ''عبدالودود'' المعروف بہ میاں گل گل شہزادہ۔

(۲) ''عبدالمنان'' المعروف شہزادہ شیرین جان۔

عبدالودود المعروف گل شہزادہ باہمت انسان تھے۔ جنہوں نے اپنے والد محترم حضرت حافظ عبدالخالق کے وصال کے سترہ (۱۷) سال بعد ۱۹۱۵ء میں سوات میں ایک منظم حکومت کی بنیاد رکھی۔ جو پاکستان میں ادغام تک پاکستان کی تمام ریاستوں میں ہر لحاظ سے ممتاز ترقی یافتہ اور مثالی ریاست تھی۔ (ریاست سوات کا پاکستان میں ادغام ۲۸ جولائی ۱۹۶۹ء کو ہوا تھا) اس وجہ سے حضرت میاں گل شہزادہ کو بانی ریاست سوات کہتے ہیں۔

آپ نے ریاستی حکومت کے تمام اختیارات اپنے بڑے فرزند میاں گل عبدالحق المعروف جہانزیب کو بتاریخ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۹ء بروز پیر حوالہ کئے اور اپنی باقی عمر عبادت، ریاضت اور تلاوت قرآن مجید میں صرف کی۔ اور آخر کار یکم اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز جمعۃ المبارک آپ دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے اور اپنی حیات میں تیار کردہ روضہ واقع عقبا سیدو شریف میں مدفون ہوئے۔ اس روضہ کے احاطہ میں آپ کے دوسرے فرزند شہزادہ سلطان روم المتوفی ۱۴ مارچ ۱۹۹۵ء بھی مدفون ہے۔ آپ کے بعد والی صاحب سوات میاں گل جہانزیب نے بھی بڑی کامیابی سے حکومتی ذمہ داریاں

سرانجام دیں۔ آپ نے مخلوق خدا کی اصلاح کے لئے بھرپور کوششیں کیں۔ علم اور علماء کی سرپرستی فرماتے تھے۔ اور ریاست سوات کی آبادی اور ترقی کے لئے اپنی زندگی وقف کی تھی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس تمام خاندان کو تمام شرافت عزت و اقبال اپنے پردادا غوث الزّمان حضرت سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے ملی ہے۔ والی صاحب میاں گل عبدالحق جہانزیب بروز پیر مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۸۷ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ مزار باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کی مشرق کی طرف سنٹرل جیل سیدو شریف کے ساتھ شاہی مقبرہ میں ہے۔

شجرہ مبارکہ طریقت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ

واضح رہے کہ حضرت شیخ طریقت رہبر شریعت غوث الزمان سید بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ مبارکہ طریقت بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے جن خلفاء کے ہاں لکھا ہوا موجود ہے۔ سب میں اختلاف ہے۔ کسی کے ہاں ایک بزرگ کا نام درج ہے تو دوسرے کے ہاں اس بزرگ کی جگہ کسی اور بزرگ کا نام مبارک لکھا ہوا ہے۔ تیسرے کے ہاں کسی اور بزرگ کا نام لکھا ہوا پایا گیا ہے۔ وجہ اختلاف کے بارے میں جس سے پوچھتا وہ جواب دینے سے قاصر ہوتا۔

مثال کے طور پر حضور غوث پاک شہنشاہ بغداد شریف کے اسم مبارک کے بعد آپ کے خلیفہ کا نام مبارک حضرت شاہ کبیر الدین شاہ دولہ بابا گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا ہوا ہے۔ جبکہ بعض کے ہاں حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرزند اکبر حضور غوث پاک کا نام درج ہے۔ اس طرح ''گلستان ناجیہ'' نامی کتاب تصنیف حضرت سید محمد شیرین باباجی خلیفہ حضرت پیر محمد سرگند خان باباجی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حاجی الحرمین عاشق صادق محمد امین باباجی رحمۃ اللہ علیہ میں درج شجرہ طریقت میں حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے خلیفہ کا نام شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے بعد آپ کے خلیفہ کا نام مبارک شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ تحریر کیا گیا ہے۔ (صفحہ نمبر ۴۷) جبکہ جامع مسجد مانکی شریف کے برآمدے کے باہر صحن کی طرف درج شدہ شجرہ مبارکہ میں اور دارالعلوم جامعہ قادریہ مردان کے مہتمم جناب علامہ فضل سبحان قادری مدظلہ العالی نے اپنی طرف سے جو شجرہ مبارکہ منظوم شکل میں شائع کیا ہے۔ اس میں شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا نام مبارک درج نہیں ہے۔ بندہ اس بارے میں پریشان تھا کہ ایک دن حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''غنیۃ الطالبین'' کے مطالعے کے دوران صفحہ نمبر ۷۲ پر حضور غوث پاک کے شجرہ مبارک میں حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے خلیفہ کا نام حضرت شیخ عبدالواحد ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ لکھا ہوا پایا۔ جس سے عقدہ کھلا کہ یہ دونوں نام دراصل میں والد اور بیٹے کی نسبت سے ایک ہی نام ہے۔ جسے گلستان ناجیہ میں الگ الگ درج کیا گیا ہے۔ جس کی تحقیق اور تصحیح

ضروری ہے۔ اس طرح ”گلستان ناجیہ“ نامی کتاب کے مطالعے سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حضرت غوث الزمان سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ ہائے نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، قلندریہ، میں اذن خلافت حاصل تھی۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جس خلیفہ کو جس سلسلے میں اذن خلافت دی۔ انہوں نے اپنے ہاں وہی شجرہ طریقت رائج کر دیا۔ اب آپ نے کسی خلیفہ کو ایک سے زائد طریقوں میں اذن دی ہو تو پھر شجرہ ہائے طریقت بھی ایک سے زائد ہوگا۔ مثال کے طور پر اپنے ایک خلیفہ حضرت شیخ حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسوٹا شریف کو سلسلہ قادریہ مبارکہ کے علاوہ سلسلہ قلندریہ مبارکہ میں بھی اذن خلافت دی ہے، جس کا شجرہ مبارک یہ ہے:

۱۔ حضرت شیخ حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسوٹا شریف

۲۔ حضرت شیخ عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیدو شریف

۳۔ حضرت شیخ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ تورڈھیری شریف

۴۔ حضرت شیخ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بشاونڑی بونیر

۵۔ حضرت شیخ جنید صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاور

۶۔ حضرت شیخ محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

0300-4128993

دربار عالیہ مجذوب باباجی صاحب مبارک کبل سوات

۱۔ حضرت سیدنا و نبینا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۲۔ الٰہی بحرمت حضرت علی کرم اللہ مبارک رضی اللہ عنہ

۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ الٰہی بحرمت حضرت عبداللہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ الٰہی بحرمت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ الٰہی بحرمت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ الٰہی بحرمت عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ الٰہی بحرمت ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ الٰہی بحرمت ابوالحسن ھنکاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ الٰہی بحرمت ابوسعید مبارک رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ

۱۶۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ سید عقیل رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۔ الٰہی بحرمت حضرت شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ سید گدائی الرحمن رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ شمس العارف رحمۃ اللہ علیہ

۲۲۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ سید گدائی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ خواجہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ

۲۴۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ شاہ کمال کیتلی رحمۃ اللہ علیہ

۲۵۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد کابلی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۶۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۷۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حبیب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۸۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ شاہباز پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۹۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ مومن گگروی رحمۃ اللہ علیہ

۳۰۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد صدیق پشاوڑی رحمۃ اللہ علیہ

۳۱۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حافظ محمد عمرزئی رحمۃ اللہ علیہ

۳۲۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد شعیب گل ڈھیری رحمۃ اللہ علیہ

۳۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالغفور اخوند صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ

۳۴۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حمید اللہ اسوٹا شریف رحمۃ اللہ علیہ

۳۵۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حضرت شیخ خانم اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۳۶۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حضرت شیخ مدرار اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۳۷۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد اسحٰق لالاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۸۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالجلیل مجذوب باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۹۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ صاحبزادہ معین الدین مدظلہ العالی موجودہ سجادہ نشین۔

دربار عالیہ قادریہ باغکنڈنی شریف چکدرہ میں درج شجرہ مبارک

الٰہی بحرمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
الٰہی بحرمت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت حبیب العجمی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت معروف الکرخی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت عبداللہ سرسقطی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت ابوبکر الشبلی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت عبدالواحد التمیمی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت ابوالفرح الطرطوسی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت ابوالحسن الھنکاری رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت ابوسعید المبارک رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت سیدنا شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت سید کبیر الدین عرف شاہ دولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت شاہ منور آلہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت شاہ عالم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت شیخ احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ مبارک
الٰہی بحرمت محمد صدیق البشاونڑی رحمۃ اللہ علیہ مبارک

الٰہی بحرمت حضرت شیخ حافظ محمد، عمرزئی رحمۃ اللہ علیہ مبارک

الٰہی بحرمت شیخ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ مبارک تورڈھیری شریف

الٰہی بحرمت شیخ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ مبارک سیدو شریف

الٰہی بحرمت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ مبارک مانکی شریف

الٰہی بحرمت شیخ عبدالحنان رحمۃ اللہ علیہ مبارک یار حسین شریف

الٰہی بحرمت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ مبارک نواں کلی شریف

الٰہی بحرمت شیخ سید غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ باغکنڈئی باباجی مبارک

الٰہی بحرمت شیخ سید حافظ محمد مدظلہ العالی باغکنڈئی شریف

مراسلہ: حضرت ارشد کریم قادری شلمانی تھانہ ملاکنڈ ایجنسی

کربوغہ شریف

کربوغہ شریف کے حضرت محمد عمر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ "صاحب مبارک وگل آبا صاحب مبارک" میں درج شجرہ مبارک صفحہ ۳۱، ۳۲

شیخنا ومولانا وحبیبنا وشفیعنا وکریمنا وسیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شیخنا ومولانا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

شیخنا ومولانا حسن بصری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا ومولانا حبیب عجمی صاحب رحمت اللہ علیہ

شیخنا ومولانا حضرت داؤد طائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا معروف کرخی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا سری سقطی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا جنید بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا ابوبکر شبلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا عبدالعزیز تمیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا عبدالواحد تمیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا ابوالفرح طرطوسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا ابوالحسن ہنکاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا ابوسعید مخزومی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا عبدالقادر صاحب غوث الاعظم جیلانی قدس سرہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا شاہ دولہ بابا گجراتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا شاہ منور الہ آبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا شاہ عالم دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا شیخ احمد ملتانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا شیخ جنید پشاوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا محمد صدیق بشونڑی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا حافظ محمد، عمر زئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا محمد شعیب تورڈھیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا عبد الغفور سواتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا ولی اللہ تیراہ اورکزئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا عمر شاہ صاحب المعروف بہ صاحب مبارک کربوغہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ قادری آوانی خلیفہ حضرت غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ قادریہ محمودیہ گجرات پاکستان

الٰہی مروہ دل را زندہ گرداں   بہ بیع مصطفائم بندہ گرداں
بحق نام خود بخشائشم کن   بیادِ خویش خوش آسائش کن
بحق سرور سردار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم   بحق آلؓ واصحابشؓ مکرم
بہ مولائے علی شبیرؓ یزدان   الٰہی عاقبت محمود گرداں
حسن بصریؓ امام فقر وعرفان   حبیب عجمیؓ انوار رحمن
بحق شیخ ابو داؤد طائیؓ   مراسوئے خودت کن رہنمائی
بحق خواجہ معروف کرخیؓ   بہ سریؓ مأمن از آفاتِ چرخی
بحق آن جنیدؓ پیر ابرار   بہ شیخ شبلیؓ آں سرمست وسرشار
ابوالفضلؓ آں بعرفاں شاہ عالی   بحق بوالفرحؓ آں ذوالمعالی
بحق بوالحسنؓ آن ذات انور   بحق بو سعیدؓ آں شاہِ سرور
بحق شاہِ شاہان غوث عالیؓ   مرادردین ودنیا اوست والی
جناب جان پناہ بے پناہاں   جناب تاج بخشِ فرق شاہاں
جناب قبلہ دل کعبۂ جاں   جناب مستطاب شاہِ جیلان
شدہ قامولدت اے قبلہ جاںؓ   حریم کعبہ دارد عشق جیلاں
بحق آں لوائے غوث اعظمؓ   کہ بادا دائماً تا چرخ چارم
ہژبر بیشۂ ہو مست مولا   کبیر الدین محمدؒ شاہدولہ
معنے گریاد او در دیر می کرو   زلائے لات نفی غیر میکرد
بحق شہہ منورؓ بحر عرفان   بحق شاہ عالمؒ شیر یزداں

بہ ملتان شیخ احمد شاہد دین — بہ پشاور جنیدؒ نور تکوین
بہ آن صدیق سرمست حضوری — کزو حافظ محمدؒ گشت نوری
بحق شاہ شعیبؒ آں پیر اُورم — غیاث الدین شہہ عبدالغفورم
مرا اے شاہِ جہاں از روئے ایمان — مُسلمان کن مُسلمان کن مُسلمان
بدہ جامِ کہ فضلش را وفوراست — غفوراست وغفوراست وغفورراست
بحق حضرت سلطان محمودؒ — کزو گم کردگاں یابند مقصود
بیا اے ساقی مے خانۂ جُود — کہ محتاجم بیک پیمانۂ جُود
خداوندا بایں حضرات مغفور — مبارک ذاتہائے نُور پر نُور
بفضل خویش حاجاتم روا کن — بلطف خویش ، دردم را دوا کن

ماخوذ از کتاب ''مقاماتِ محمود'' نواب معشوق یار جنگ بہادر صفحہ ۳۹۴،۳۹۵

❁❁❁❁❁

حضرت صاحبزادہ قاضی محبوب عالم آوانی رحمۃ اللہ علیہ مہمدہ شریف گجرات خلیفہ حضرت قاضی سلطان محمود آوانی خلیفہ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ

1) آقا دو جہان نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
2) شیر خدا مشکل کشا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ
3) شیخ خواجہ حسن بصری صاحب رحمۃ اللہ علیہ
4) شیخ حبیب عجمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
5) شیخ داؤد طائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
6) شیخ معروف کرخی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
7) شیخ عبداللہ سری سقطی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
8) شیخ جنید بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
9) شیخ ابو بکر شبلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
10) شیخ عبدالواحد تمیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
11) شیخ ابوالفرح طرطوسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
12) شیخ ابوالحسن ہنکاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ
13) شیخ ابوسعید مبارک مخذومی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
14) پیر بادشاہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بغداد شریف رحمۃ اللہ علیہ
15) حضرت شیخ سید کبیر الدینؒ صاحب المعروف شاہ دولہ دریائی گجرات رحمۃ اللہ علیہ
16) شیخ شاہ منور صاحب آلہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ
17) شیخ شاہ عالم دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
18) شیخ احمد ملتانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

CS CamScanner

19) شیخ جنید پشاوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

20) شیخ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

21) حافظ محمد صاحب عمرزئی چارسدہ رحمۃ اللہ علیہ

22) شیخ محمد شعیب صاحب تورڈھیری شریف رحمۃ اللہ علیہ

23) حضرت شیخ عبدالغفور مجدّد اخوند صاحب المعروف سیدو باباجی سیدو شریف سوات رحمۃ اللہ علیہ

24) غریب النواز حضرت قاضی سلطان محمود آوانی آوان شریف رحمۃ اللہ علیہ

25) حضرت صاحبزادہ قاضی محبوب عالم آوانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

26) حضرت صاحبزادہ قاضی مظہر الحق آوانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

27) صاحبزادہ منصور الحق صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ آوان شریف و مہمدہ شریف گجرات پاکستان

مراسلہ: صاحبزادہ رضوان منصور آستانہ عالیہ مہمدہ شریف گجرات

❁❁❁❁❁

حضرت العلامہ مولانا فضل سبحان قادری مدظلہ العالی کی طرف سے جاری کردہ شجرہ مبارک

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ O الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ O

شجرہ قادریہ غفوریہ مبارکہ

یا الٰہی میرے گناہ کے ڈھیر — کر فنا تو اپنی بقا کے طفیل

رضا نصیب کر میری اپنی — تیرے بندوں میں اتقیاء کے طفیل

1) اول الداخلین جنت میں — مجھے شمار کریں صاحب لواء کے طفیل (حضور ﷺ)

2) بے حساب بخش مجھے حساب کے دن — مولیٰ علی مشکل کشاء کے طفیل

3) خلدِ بریں کے بھی عالی درجات — حسن بصرہ کی ضیاء کے طفیل

4) حور و غلمان کی بھی کثرت دے — حبیب عجمی مولا کے طفیل

5) حوضِ کوثر کا جام بھی ہو نصیب — طائی داؤد کی سخا کے طفیل (داؤد طائی)

6) پُل سے گزر ہو برق رفتاری سے — معروفِ کرخ کی حیا کے طفیل (معروف کرخی)

7) روزِ محشر کی سختیوں سے بچا — سری سقطی ابو الوفا کے طفیل

8) گرمی حشر اور پیاس سے بھی — سیّد جنید کی ذکا کے طفیل (بغدادی)

9) طمانیت اور فرح بھی ملے — بوبکر شبلی کی صفا کے طفیل

10) قبر کی سختیوں سے رکھ محفوظ — عبدالواحد مُجاب دعا کے طفیل (تمیمی)

11) روضہ جنت کا قبر کر میری — بوالفرح یوسف شاھا کے طفیل (طرطوسی)

12) منکر نکیر سے بھی رکھ محفوظ — ابو الحسن پیارے آقا کے طفیل (ھنکاری)

13) ضغطۃ القبر سے بھی کر مامون — ابو سعید کی جلا کے طفیل (مبارک)

14) موت کی جملہ سختیوں سے بچا — شاہِ جیلان کی عطا کے طفیل (شیخ عبدالقادر جیلانی)

15) بوقت موت دے کمال سرور — میرے مولیٰ شاہِ دولھا کے طفیل (گجرا

16)بشریٰ جنت کی بھی اُس وقت ملے
17)کامل ایمان پہ خاتمہ ہو نصیب
18)شیطان کے دجل سے بھی کر مامون
19)موت کا وقت خیرالاوقات ملے
20)تصرفات کی قدرت بھی ملے
21)برزخی زندگی کی خوشیاں بھی
22)عمل صالح مع لذۃ کے ملے
23)استقامت بشریعت و عافیت ہو نصیب
24)طمانیت ، صحت سکون باقوۃ ہو نصیب
25) خدمت دین میں گزریں یہ فانی چند اوقات
26)یہ نعمتیں میری اولاد کی بھی کر تو نصیب
27)رکھ مشرف بزیارات حرم اور حرم

شاہ منور ابوالعلیٰ کے طفیل
شاہِ عالم جاہِ اعلیٰ کے طفیل (دھلوی)
شیخ احمد صوفی شیدا کے طفیل (ملتانی)
شیخ جنید خلق کے مولیٰ کے طفیل (پشاوری)
محمد صدیق شاہِ والا کے طفیل (بشاوڑی)
حافظ محمد شیخ اعلیٰ کے طفیل (عمرزئی)
محمد شعیب مرتبت عالی راہنما کے طفیل (تور ڈھیری)
صاحب سوات عبدالغفور نعمۃ عظمیٰ کے طفیل
صاحب مانکی عبدالوہاب کی وفا کے طفیل
شیخ تسلیم کی فقیری اور سخا کے طفیل (شلمان بابا)
حاجی گل شیخ عبدالحق میرے مولیٰ کے طفیل
شیخ گل صاحب عبدالعزیز مقتداء کے طفیل

صاحبان مانکی شریف

تیری مخلوق واقارب کے شر سے رکھ محفوظ
بخش دے تو ہر کام وہر مقصد میں فلاح
نظام بخش تو پاکستا ن کو شریعت کا
فضل سبحان فقیر سائل دارِ اقدس پہ حاضر
یا الٰہی صلوٰۃ سلام بھیج کر کثر ت سے

ثانی لاثانی عبدالحق کرم فرما کے طفیل
ثالث صاحب عبدالرؤف معلیٰ کے طفیل
امین الحسنات شہید اس مدّعیٰ کے طفیل
قبول کر یہ دعائیں اِن اولیاء کے طفیل
برمصطفی وتابعین تیری سیما کے طفیل

□ آمین ثم آمین بجاہ سیدالمرسلین

جامعہ قادریہ نوشہرہ روڈ مردان

دربار عالیہ قادریہ بٹ خیلہ شریف

شجرہ طریقت عالیہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ قادریہ، غوریہ محمودیہ

الٰہی بحرمت حضرت سیّدنا شیخ عبدالغفور صاحبؒ سیدو شریف

الٰہی بحرمت حضرت سیّدنا شیخ نجم الدّین صاحبؒ اڈہ شریف افغانستان

الٰہی بحرمت حضرت سیّدنا شیخ عبدالحمید صاحبؒ تگاؤ شریف افغانستان

الٰہی بحرمت حضرت سیّدنا شیخ عبدالمجید صاحبؒ سرخ ڈھیری شریف مردان

الٰہی بحرمت حضرت پیر فقیر باباجی فضل محمود صاحبؒ بٹ خیلہ شریف ملاکنڈ

الٰہی بحرمت الحاج صاحبزادہ پیر فقیر محمد صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ بٹ خیلہ شریف

والسلام

بندۂ عاجز و مسکین۔ خاک پاو خادم ادنیٰ اولیاء

عبدالرحیم خان ابن حاجی گل پیاؤ خان المعروف بنوں حاجی صاحبؒ

دربار عالیہ غفوریہ حمیدیہ میرپور خاص سندھ

حمد سب لائق ہے ذاتِ کبریا کے واسطے
نعت سب شایاں رسولِ مجتبیٰ ﷺ کے واسطے

بعد حمد و نعت کے صلوٰۃ بھیجو دم بدم
آل اور اصحابِ احمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے

دے مجھے اپنی محبت یا رؤف المؤمنین
سید الابرار ختم الانبیاء ﷺ کے واسطے

یا الٰہی دے مجھے شوق وصال احمدی
ہم طفیل انبیاء و اولیاء کے واسطے

التجا کرتا ہوں تجھ سے یا اللہ العالمین
دے لقا مجھ کو علی المرتضیٰ کے واسطے

افعال حسنہ دے مجھے اور قول بھی ہوں باصفا
شہ حسن بصری امام اولیاء کے واسطے

کھول دے اسرار وحدت یا وحید الوحدین
حضرت شیخ حبیبی عجمی اہل عبا کے واسطے

فضل کر اپنا تو مجھ پر اے کریم الاکرمین
حضرت شیخ داؤد طائی پیر ہدیٰ کے واسطے

ھب لنا ملکاً کبیراً ملک المالکین
حضرت شیخ معروف کرخی باصفا کے واسطے

قولاً سدیداً دے مجھے یا حفیظ الحافظین
حضرت شیخ عبداللہ سرزاہد بسیر با کے واسطے

امن دے مجھ کو الٰہی دین و دنیا میں مدام
حضرت شیخ جنید بغدادی امین اولیاء کے واسطے

شاد کر مجھے کو الٰہی غمزدہ ہوں بے نوا
حضرت شیخ شبلی ہادی رہنماء کے واسطے

نفس شیطاں سے پناہ دے یا قدیر القادرین
حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی قادریہ کے واسطے

کر عطا مجھ کو الٰہی درجۂ ابدال و قطب
حضرت شیخ ابوالحسن الہنکاری پیشوا کے واسطے

حوض کوثر دے مجھے اور قرب ختم المرسلین
حضرت شیخ ابوسعید مبارک بدرالدجیٰ کے واسطے

دور کر مجھ سے الٰہی غم والم بروز جزا
حضرت شیخ غوث الثقلین عبدالقادر گیلانی کے واسطے

حج اکبر کی شرافت دے مجھے میرے خدا
حضرت شیخ عبدالرزاق مجتبیٰ کے واسطے

اعطنی رزقاً حلالاً یا رزاق الخالقین
حضرت شیخ شرف الدین صاحب سخا کے واسطے

کر معین دل میں میرے ذکر قلبی یا معین
حضرت شیخ بہاؤالدین اصفیا کے واسطے

یا الٰہی کر مجھے اقطاب اپنوں میں قبول
حضرت شیخ سید عقیل اتقیا کے واسطے

فرد یکتا کر مجھے تو یا اللہ العالمین
حضرت شیخ شمس الدین صحرائی زاہد بیریا کے واسطے

یا الٰہی کر مجھے محبوب اپنا بے ریا
کھول دے مشکل میری تو یا نصیر الناصرین

یا الٰہی کر دے مجھے کو اپنے کمالوں سے باکمال
روشنی دے دل میں میرے یا رشید الراشدین

ھب لنا علماً عظیماً یا علیم العالمین
حسن و سیرت دے مجھے اور صدق اخلاص و یقین

المدد اے خالق و ہم مالک ملک بقا
آرزو کرتا ہوں تجھ سے یا عفو المذنبین

کر مدینہ میں ٹھکانا اے حکیم الحاکمین
یا الٰہی کر کلام اپنے سے مجھ کو ہم کلام

رحم کر مجھ ناتواں پر یا رحیم الراحمین
فقر فخری تجھ سے چاہتا ہوں یا الٰہی دم بدم

کر نگاہ حال تباہ پر یا نظیر الناظرین
انت مولانا انت ہادی انت غفار الذنوب

کر دے روشن میرے دل کو یا اللہ العالمین
دور کر حب دنیا اور بخل و حسد حرص و طعام

اور ریا کبر و کذب و غصہ بھی بدتر کلام
کر عطا صبر و توبہ شکر نعمت زہد اور خوف و رجا

حب مولیٰ خلق اخلاص و رضا بھی باصفا
طوطیٔ بوستان قادری اور بلبل باغ سیال

ہو نگاہ رحم مجھ پر یا اللہ العالمین
رہنما و مقتدا و پارسا و متقی

انت ربی انت حسبی انت لی نعم الوکیل

حضرت شیخ سید گدائی الرحمٰن اولیاء کے واسطے
حضرت شیخ خواجہ ابوالحسن چراغ اولیاء کے واسطے
حضرت شیخ شمس العارف کمال اتقیاء کے واسطے
حضرت سید گدائی شمس الدین باصفا کے واسطے
حضرت شیخ خواجہ فضل بے ریا کے واسطے
حضرت شیخ شاہ کمال کیھتلی باصفا کے واسطے
حضرت شیخ شاہ سکندر ماہ لقا کے واسطے
حضرت شیخ احمد کابلی مشہور رہنما کے واسطے
حضرت آدم بنوری مقتدا کے واسطے
حضرت شیخ حبیب پشاور کلیم کبریا کے واسطے
حضرت شیخ مومن گگروی اصفیا کے واسطے
حضرت شیخ شاہ شہباز مقتدا کے واسطے
حضرت شیخ محمد صدیق بشونی رہنما کے واسطے
حضرت شیخ حافظ محمد ہشتنگری مقتدا کے واسطے
حضرت شیخ محمد شعیب اولیاء کے واسطے
حضرت شیخ عبدالغفور سلمہ الشکور اولیاء کے واسطے
حضرت شیخ حمید اللہ جملہ اولیاء کے واسطے
حضرت شیخ خان ملا صاحب پارسا کے واسطے
حضرت شیخ عزیز اللہ امام باصفا کے واسطے
معدن علم و حیا صدیق اللہ رہنما کے واسطے
حضرت محمد اسحاق ہادی پارسا کے واسطے
شہسوار دین بٹی بابا مقتدا کے واسطے
خادم اولیاء شریف اللہ کے واسطے

CamScanner

رب کعبہ سے ہمیں علم لدنی ہو عطا
حضرت مجذوب بابا دلربا کے واسطے

علم کی دولت عطا کر یا اللہ العالمین
حضرت گلزار باچا باوفا کے واسطے

بخش دے اپنی محبت اور قطع کردے ماسوا
برکت پیران شجرہ قادریہ کے واسطے

❀❀❀❀❀

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	عرض مؤلف	۴
۲	تقریظ مولانا مفتی کفایت اللہ قادری	۶
۳	سوانح سیدو بابا اور آپ کا نسب نامہ مبارک	۹
۴	حصول علم شریعت، علم طریقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام اور پیران طریقت	۱۳
۵	بعد از حصول خلافت آپ کے اصلاحی تبلیغی اور جہادی کارنامے	۲۰
۶	شاہ اسماعیل دہلوی اور عبدالوہاب نجدی کے بارے میں علماء دیوبند کے تبصرے اور آگے کے حالات	۲۲
۷	امبیلہ بونیر کے مقام پر انگریزوں کیساتھ تاریخی جہاد جس میں انگریز شکست کھا گئے	۳۱
۸	وصال مبارک سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ	۳۶
۹	آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب ومحاسن	۳۹
۱۰	سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات	۴۵
۱۱	روحانی اثرات	۷۸
۱۲	آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء	۸۲
۱۳	شجرہ مبارکہ طریقت سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ	۹۲
۱۴	سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی خانقاہوں میں لگے ہوئے شجرے مباک	۹۴
۱۵	شجرہ نسب حضرت سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۴
۱۶	شجرہ نسب صاحبزادگان کبل باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۵
۱۷	شجرہ نسب حضرت حمید اللہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ اسوٹا شریف	۱۱۶

CamScanner

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	صفحہ نمبر
۱	حکمران ریاست سوات کی سوانح حیات	سید عبدالغفور قاسمیؒ	۹
۲	روحانی رابطہ	قاضی عبدالحلیم اثر افغانی	۱۰
۳	تاریخ ریاست سوات	محمد آصف خان	۱۰
۴	تذکرہ علماء و مشائخ سرحد	علامہ سید محمد امیر شاہ گیلانی	۱۰
۵	سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ	فضل الرحمن فیضانؒ	۱۰
۶	ماہنامہ پشتو سیدو بابا نمبر فروری مارچ ۱۹۸۳ پشتو اکیڈمی	فقیر محمد عباس قادری	۱۱
۷	ماہنامہ پشتو سیدو بابا نمبر فروری مارچ ۱۹۸۳ پشتو اکیڈمی	فریحان شیدا	۱۱
۸	ماہنامہ پشتو سیدو بابا نمبر فروری مارچ ۱۹۸۳ پشتو اکیڈمی	ماصل شاہ لونڈ خوڑ	۱۱
۹	ماہنامہ پشتو سیدو بابا نمبر فروری مارچ ۱۹۸۳ پشتو اکیڈمی	حکیم مولوی عمر الخطاب سواتی	۱۱
۱۰	ماہنامہ پشتو سیدو بابا نمبر فروری مارچ ۱۹۸۳ پشتو اکیڈمی	سراج محمد نشتر صاحب	۱۲
۱۱	ماہنامہ پشتو سیدو بابا نمبر فروری مارچ ۱۹۸۳ پشتو اکیڈمی	پیر گوہر شاہ صاحب	۱۲
۱۲	صافی قام	عبدالحنان صافی	۱۲
۱۳	دپختون قبیلو شجرے	م ج سیال مومند	۱۳
۱۴	روحانی رابطہ	عبدالحلیم اثر افغانی	۱۳ تا ۱۶
۱۵	تجلیات غفوریہ	مولانا ظاہر شاہ قادری	۲۱
۱۶	اطیب البیان فی رد تقویۃ الایمان	مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی	۲۱
۱۷	بوادر النوادر	مولوی اشرف علی تھانوی	۲۲
۱۸	تفسیر حقانی	محمد عبدالحق دہلوی دیوبندی	۲۲
۱۹	شہاب ثاقب	مولوی حسین احمد مدنی	۲۳
۲۰	فیض الباری شرح صحیح البخاری	شاہ انور شاہ کشمیری	۲۴

CamScanner

۱۲	تذکرہ یوسف زئی افغانیہ	قاضی سید غلام رحمانی	۲۶
۲۲	روحانی رابطہ	قاضی عبدالحلیم اثر افغانی	۲۶
۲۳	احوال العارفین	حافظ غلام فرید	۲۶
۲۴	سوانح احمدی	مولوی جعفر تھانیسری	۲۸
۲۵	حیات طیبہ	مرزا حیرت دہلوی	۲۸_۲۹
۲۶	موج کوثر	شیخ محمد اکرم	۲۹
۲۷	نقش حیات	مولوی حسین احمد مدنی	۳۰
۲۸	احوال العارفین	حافظ غلام فرید	۳۱
۲۹	روحانی رابطہ	قاضی عبدالحلیم اثر افغانی	۳۱_۳۵
۳۰	تذکرہ علماء و مشائخ سرحد صفحہ نمبر ۱۵۷	سید امیر شاہ گیلانی	۳۶ تا ۳۷
۳۱	سید و بابا رحمۃ اللہ علیہ	فضل رحمان فیضانؒ	۴۵ تا ۴۲
۳۲	شلمانی	ارشد کریم شلمانی	۷۳ تا ۷۶
۳۳	احقاق الحق	میاں نصیر الدین	۸۱
۳۴	تنبیہ المنکرین عن حقوق المرشدین	مولانا عبدالحق پیر صاحب مانکی شریف	۸۲
۳۵	مقامات محمود صفحہ نمبر ۳۹۴_۳۹۵	نواب معشوق یار جنگ بہادر	۱۰۲

شجرہ نسب حضرت سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ

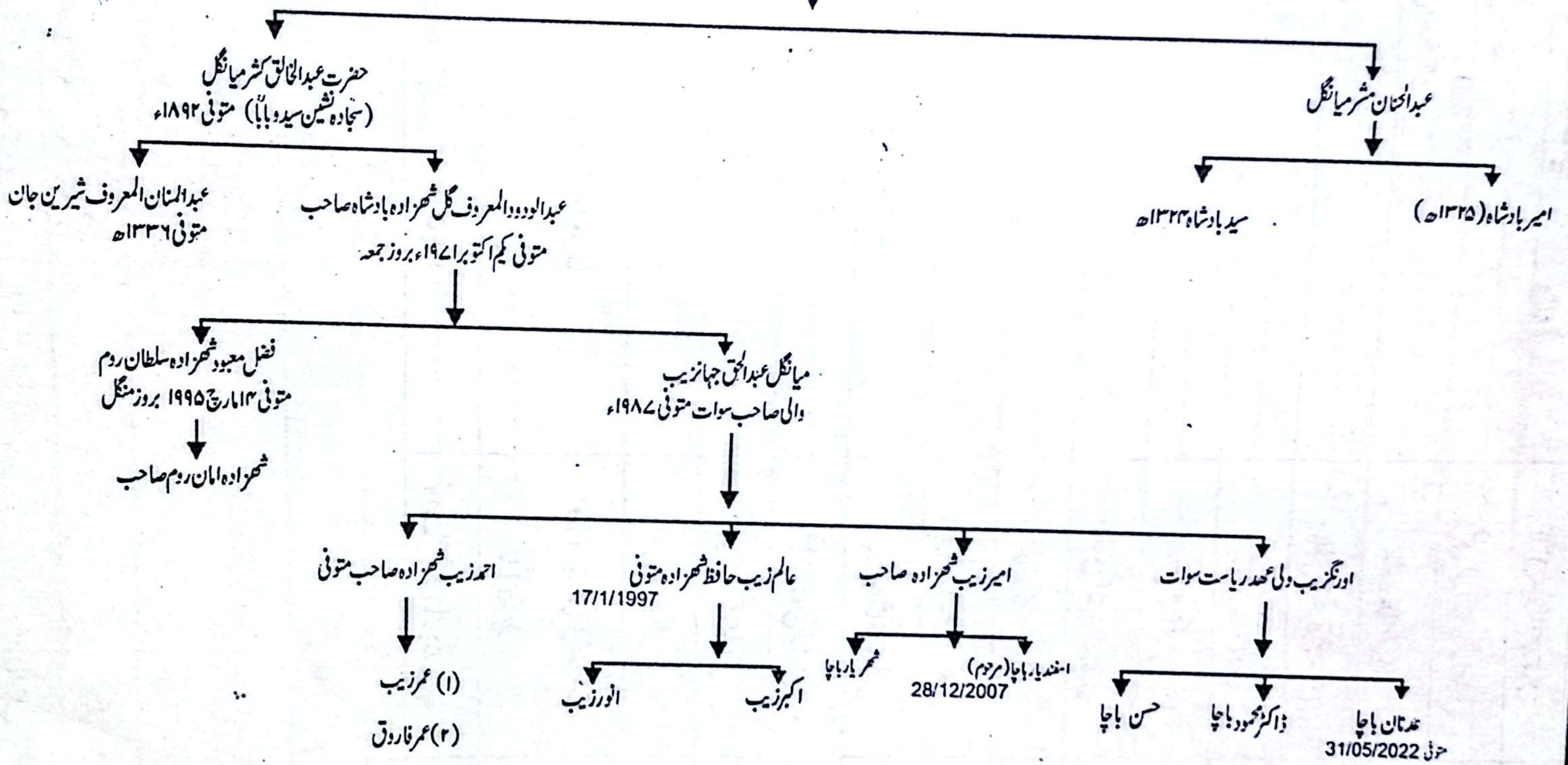

شجرہ نسب صاحبزادگان چندا خورہ کبل سوات

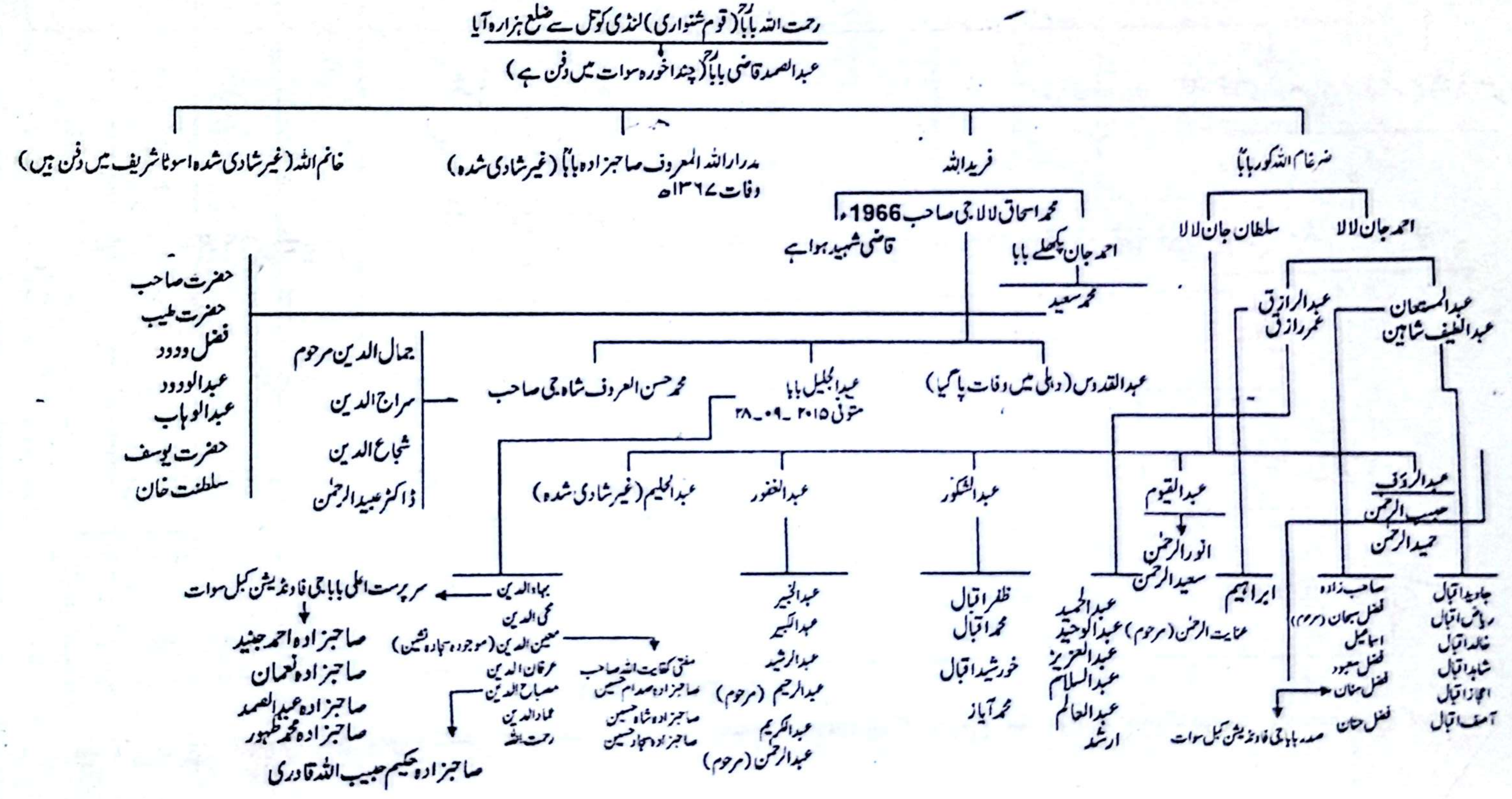

شجرہ نسب حضرت حمید اللہ رحمتہ اللہ علیہ اسوٹا شریف متوفی ۱۳۰۲ھ ضلع صوابی

عزیز اللہؒ
صبغت اللہ (لاولد)

صدیق اللہؒ
مدرار اللہ
فرید اللہ
مطیع اللہ بابا (لاولد)
ولی اللہ بابا (لاولد)

یعقوب باچا۔ عبدالباقی باچا۔ ابراھیم باچا۔ ایوب ثانی باچا

خاتم اللہ
عنایت اللہ

شریف اللہ باچاؒ۔ رضوان اللہ باچا۔ باچا خان۔ میاں گل جان۔ حبیب اللہ۔

محمد اسماعیل باچا
کفایت اللہ باچا
ہدایت اللہ باچا

لیاقت علی باچا۔ عباد اللہ

محمد باچا (مرحوم) گلزار علی باچاؒ متوفی ۲۰۲۱-۳-۲۱

لعل باچا۔ چاند باچا۔ وقار باچا۔ اظہار باچا

منظور علی باچا مدظلہ العالی

یاداشت

دورانِ مطالعہ ضرور تاانڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرمالیجئے۔

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

CamScanner

سیدو باباجیؒ کا پرانا روضہ

swatnama

CamScanner